پاک نکاح

(مسیحی قانون نکاح پر چند ابواب)

مصنفہ

جناب وی۔ ایس۔ عزرایا
بشپ اوف ڈارنکال

مترجمہ

بی۔ ایل ریلیارام صاحب

کرسچن نالج سوسائٹی
انارکلی۔ لاہور

فہرست مضامین

ضمیمہ جات

(111)

دیباچہ

پاک نکاح کے اصولوں کے متعلق آج کل بہت دلچسپی کا اظہار کیا جا رہا ہے۔ اس لئے یہ مختصر سی کتاب کلیسیا کے لئے خاص طور پر فائدہ مند ہوگی۔ کیونکہ اس کے لکھنے والے کلیسیائے ہند کے ممتاز رہنما بشپ اوف ڈورنکل ہیں۔ انہوں نے یہ کتاب تامل اور تیلگو زبان میں جنوبی ہندوستان کے خادم الدینوں اور مسیحی کارندوں کی اطلاع کے لئے لکھی تھی۔ لیکن کلکتہ کے لاٹ بشپ صاحب کے ایما سے اُسے انگریزی کا جامہ پہنایا۔ تاکہ ہندوستان کے دوسرے صوبے بھی اُس سے مستفید ہو سکیں۔ اور اب اُردو خوان ممبران کلیسیا کے افادہ کے لئے یہ سادہ اردو زبان میں شائع کی جاتی ہے۔ تاکہ اس پاک رسم کے مسیحی اصولوں کو پورے طور پر سمجھ کر کلیسیا اُس اعلےٰ معیار کو قائم رکھ سکے۔ جو خداوند مسیح نے ہمیں عطا کیا ہے۔

دشوری ۱۱ ستمبر ۱۹۴۱ء

بی۔ ایل رلیارام

پہلا باب

پاک نکاح

دعائے عام کی کتاب میں نکاح کی رسم کی ترتیب بھی شامل ہے اور اس ترتیب کے افتتاحیہ کلمات میں یہ درج ہے کہ "نکاح خدا نے انسان کی بے گناہی کے وقت مقرر کیا"۔ ان الفاظ سے مراد ہے کہ خدا نے نکاح کے آئین کو کائنات کے شروع ہی سے مقرر کیا ہے۔ تاکہ انسانی نسل قائم رہے۔ گویا یہ الفاظ دلالت کرتے ہیں۔ کہ انسانی نسل کے جاری رہنے کے لئے نکاح کا رشتہ بنیادی طور پر ضروری ہے۔ اب ہم غور کریں کہ اس خیال اور نقطۂ نگاہ سے قدرت کے کونسے قانون ظاہر ہوتے ہیں۔

(۱) نکاح مرد اور عورت کے درمیان دائمی رشتہ ہے۔

عالمِ نباتات میں ہر نوع کی توسیع کا طریقہ یہی ہے کہ اس کے نر اور مادہ جوہر ایک دوسرے سے ملاپ کریں۔ لیکن جب اُن کا ملاپ ہو چکتا ہے۔ تو اُن میں مزید تعلق جاری رہنے کی ضرورت نہیں رہتی۔ مشاہدہ بتلاتا ہے کہ حیوانوں میں ایسا ہی رشتہ و تعلق ایک محدود عرصے تک ہی جاری رہتا ہے اور یہ عرصہ مختلف حیوانوں کے لئے جدا جدا ہے۔ اور اس کا تعین اُن

کے بچوں کی ضروریات کے مطابق ہے۔ دُودھ پینے والے جانوروں کے بچوں کا انحصار صرف ماں پر ہوتا ہے۔ کیونکہ وہی اُن کی پرورش کے لئے اُن کو دودھ پلاتی ہے۔ پیدا ہوتے ہی بچھڑے اور گتّے کے بچے کھڑے ہو کر چلنے پھرنے کے قابل ہو جاتے ہیں۔ اور اُن کا تکیہ صرف ماں پر ہوتا ہے۔ اس لئے دُودھ پینے والے جانوروں میں نر اور مادہ کا تعلق صرف اولاد پیدا کرنے کے لئے ہوتا ہے اور اُن میں کوئی مستقل رشتہ قائم نہیں ہوتا۔ اسی طرح مُرغی کے بچے انڈے سے باہر نکلتے ہی دانہ چگنے لگتے ہیں۔ اس لئے اُن کو صرف بہت تھوڑے عرصے کے لئے ماں کی حفاظت چاہئے۔ اور اس لئے مُرغ اور مُرغی میں بھی کوئی دائمی رشتہ قائم نہیں ہوتا۔ لیکن ہوا میں اُڑنے والے پرندوں کی حالت اور ہے۔ وہ چند ہفتوں تک اپنے انڈوں پر بیٹھتے ہیں۔ اور بچوں کے نکلنے کے بعد اُن کے پر نکلنے تک وہ کئی اور ہفتوں تک اُن کو خوراک دیتے رہتے ہیں۔ اس لئے مادہ پرندہ جب نر سے ملاپ کرتا ہے تاکہ وہ انڈے دے سکے تو بعد ازاں عقلِ حیوانی کے زیرِ اثر وہ نر کے ساتھ برابر رہائش کرتا رہتا ہے۔ جب تک کہ بچے پرواز عمل کر کے خود اپنے پاؤں پر کھڑے ہو جائیں۔ کبوتر اور کبوتری کا بھی یہی طرزِ عمل ہے۔ اور ہوا کے سب جانور مختلف مدتوں تک ایسا ہی کرتے ہیں۔

لیکن انسانی بچے کو اپنے والدین سے آزاد ہو کر اپنا گذارہ خود کرنے کے لئے پندرہ سے بیس سال کا عرصہ درکار ہے۔ اور قدرت نے یہی مناسب قرار دیا ہے کہ بچے کو اپنی پرورش اور نشوونما کے لئے اتنے لمبے وقت اپنے ماں باپ کی حفاظت کی ضرورت ہے۔ سب نئے وحشی لوگوں کو بھی قدرت نے یہی سبق سکھلایا ہے۔ کہ نسلِ انسانی کی برقراری

کے لئے مرد اور عورت کو بہت عرصے تک اکٹھے رہنا چاہئے۔ دعائے عام کی کتاب اس لئے کہتی ہے کہ خدا نے کائنات کے شروع سے ہی انسانی نسل کے بڑھاؤ کے لئے نکاح کا طریقہ مقرر کیا۔

(۲) نکاح زندگی بھر کا رشتہ ہے۔

جانوروں میں ایک اور قانونِ قدرت بھی مشاہدہ میں آتا ہے۔ کہ جب تک اُن کے بچے آزاد نہ ہو جائیں۔ نر اور مادہ پھر آپس میں ملاپ نہیں کرتے۔ مرغی جب تک اپنے چوزوں کے جھول کو اپنے سے علیحدہ نہ کر لے وہ مرغ کو اپنے نزدیک نہیں آنے دیتی۔ یہی حال گائے کا ہے۔ جب تک بچھڑا ماں کا دودھ پی کر آزاد نہ ہو جائے۔ وہ دوسرا بچھڑا جننے کے لئے بیل سے ملاپ کرنے پر رضامند نہیں ہوتی۔ لیکن انسانی نسل کا وطیرہ کچھ اور ہے۔ پہلے بچے کے چھوٹے اور والدین کے دست نگر ہوتے ہوئے بھی ماں کے لئے دوبارہ حاملہ ہو جانا ممکن ہے۔ اس لئے اس بچے کے سنِ بلوغت تک پہنچتے ہوئے ماں باپ کے پاس چار۔ پانچ اور بچے ہو جا سکتے ہیں۔ گویا اس کے معنے یہ ہوئے کہ ماں باپ کے لئے تیس یا چالیس سال تک اکٹھا رہنا لازمی ٹھہرا۔

علاوہ ازیں جونہی بچے آزاد ہو جاتے ہیں جانور اور پرندے اُن کو اپنے سے علیحدہ کر دیتے ہیں۔ اور اس کے بعد والدین اور اولاد کا باہمی رشتہ بالکل مٹ جاتا ہے اور اس کی یاد بھی باقی نہیں رہتی۔ اکثر ایسا بھی ہوتا ہے۔ کہ ماں یا باپ اپنی نسل سے ہی ملاپ کر کے اور بچے پیدا کر لیتے ہیں لیکن انسانی جبلت اس سے جداگانہ ہے۔ ماں باپ اور اُن کی اولاد عالمگیر طور پر تسلیم کرتے ہیں کہ اُن کا باہمی رشتہ زندگی بھر قائم رہتا ہے۔ اس لئے لازم ٹھہرا کہ خاوند اور بیوی کا باہمی رشتہ بھی زندگی بھر قائم رہے۔ کیونکہ خاندان کا تعلق زندگی بھر رہتا ہے۔ اس لئے نکاح کا رشتہ بھی اُسی طرح زندگی بھر کا رشتہ ہوا۔

(۳) نکاح سارے مرد کا ساری عورت سے میل ہے۔

ایک اور بات میں بھی انسان بنیادی طور پر جانوروں سے مختلف ہے یعنی انسان کو نہ صرف جسم ہی بلکہ من۔ روح اور نفس بھی عطا ہوئے ہیں۔ اس لئے نکاح کے دائمی رشتے کے لئے ضروری ہے کہ مرد اور عورت کے صرف جسموں میں ہی ملاپ نہ ہو۔ بلکہ اُن کے من اور روح میں بھی اتحاد ہو جائے۔ محض جسمانی ملاپ صرف جانوروں کا خاصہ ہے۔ انسانی رشتہ داری کے لئے جسم کے علاوہ روح اور من کا میل بھی لازمی ہے۔ وحشی لوگ تک بھی اس اعلےٰ معیار کے قائل ہیں۔ مرد اور عورت نکاح کرنے کے بعد اپنی زندگیاں ہر طور اپنے کام۔ اپنی عبادت اور بہت سے دوسرے کاموں میں ایک ہی طرح اکٹھا بسر کرتے ہیں۔ اس لئے ثابت ہو گیا۔ کہ اگرچہ نکاح کے رشتے کا ایک ضروری مطلب، اولاد پیدا کرنا ہے۔ لیکن یہ اس کا واحد مطلب نہیں۔ اگر نکاح کا مقصد بچے پیدا کرنے پر ہی موقوف ہوتا تو بے اولاد نکاح خود بخود ٹوٹ جاتا۔ البتہ ضرور بعض ملکوں میں ایسے اصول پر عمل ہوتا ہے۔ اور بعض مذہب بھی اس بات کی منظوری دیتے ہیں کہ ایسا نکاح ٹوٹ جائے۔ لیکن انسانی نسل بحیثیت مجموعی ایسے طرزِ عمل کو صحیح تسلیم نہیں کرتی۔ اگر ایک ہندو راجہ اپنی بے اولاد رانی سے وفادار رہے۔ تو اس راجہ کو اعلےٰ درجے کا انسان یعنی پاک طبیعت مانا جاتا ہے۔ من اور روح دونوں روحانی قوتیں ہیں اور وہ ابدی ہیں۔ اور جب

دو شخص جن کو ایسی رُوحانی قوتیں عطا ہوئی ہیں۔ اس زندگی میں ایک دوسرے سے مل جاتے ہیں تو اُن کا رشتہ رُوحانی اور دائمی بن جاتا ہے۔

اگرچہ جسمانی ملاپ نکاح کی جائز تکمیل ہے۔ وہ بجائے خود اس کی علتِ غائی نہیں۔ اور نکاح کا مقصد صرف بچے پیدا کرنا ہی نہیں ہے۔ انسانی نسل میں جسمانی ملاپ محض ایک ذریعہ ہے جس سے رُوحانی مقصد مدِّنظر ہے جس سے من اور رُوح میں یکتائی قائم ہو جاتی ہے۔ اور مرد اور عورت ایک دوسرے سے اپنی ضرورت پوری کر کے اپنی زندگی کو مکمل بنا لیتے ہیں۔ خواہ اولاد پیدا ہو یا نہ ہو۔ جسمانی ملاپ کی بُنیاد پر ہی محبت۔ خود انکاری۔ شراکت اور خدمت جیسی رُوحانی خُوبیوں کی عمارت بنائی جاتی ہے۔ جس سے ہی انسان کی زندگی مکمّل ہوتی ہے اور یہ خُوبیاں ابدی ہیں۔

اس بات سے ہم نتیجہ نکالتے ہیں۔ کہ نکاح کے رشتے کے لئے مرد اور عورت کو محض جسمانی خوبصورتی اور جسمانی قابلیت کو ڈھونڈنا نہ چاہیے۔ بلکہ ساتھ ہی ذہنی اور رُوحانی خُوبیوں کی مناسبت اور قابلیت کا ہونا بھی لازمی ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ انسانی جبلّت کا لازمی نتیجہ ہے کہ نکاح مرد اور عورت کے درمیان دائمی رشتہ ہو۔

(۴) نکاح کا رشتہ باہمی رضامندی پر منحصر ہے۔

جانداروں میں ہم جُوں جُوں اُوپر بڑھتے چلے جاتے ہیں جسمانی ملاپ کے لئے باہمی رضامندی ضروری جُزو ہوتی جاتی ہے۔ عالمِ نباتات میں تو قوتِ تمیز پائی ہی نہیں جاتی۔ اس لئے کسی کی مرضی کا سوال پیدا ہی نہیں ہوتا۔ ملاپ خود بخود ہو جاتا ہے۔ مگر عالمِ حیوانات میں رضامندی لازمی ہے۔ حیوانوں اور پرندوں میں نر اور مادہ کی مرضی کے بغیر ملاپ

ہو نہیں سکتا۔ اگر حیوانوں میں رضامندی کی ضرورت ہے تو انسان کے لئے جسے قوتِ تمیز ملی ہے۔ وہ لازمی ہو جاتی ہے۔ کیونکہ نکاح زندگی بھر کا رشتہ ہے۔ اور جسم۔ من اور رُوح رکھنے والے دو شخصوں کا جوڑ ہے۔ اس لئے آزادانہ باہمی رضامندی ضروری ہے۔ جن ممالک میں نابالغوں کے نکاح کا دستور ہے۔ رضامندی محض برائے نام ہوتی ہے۔ والدین نکاح کا انتظام کرتے ہیں۔ دولہا نکاح ہونے کا نشان پیش کرتا ہے اور دُولہن اُسے قبول کر لیتی اور بس۔ اس طور بغیر واقفیت کے مجبوراً نیم رضامندی دی جاتی ہے۔ اس موقعے پر ہم بحث نہیں کرنا چاہتے۔ کہ یہ سلسلہ مفید ہے یا نقصان دہ۔ بلکہ صرف ایک امرِ حقیقی کا ذکر کر رہے ہیں۔ جب کم سن جوڑا اپنی مشترکہ زندگی بسر کرنا شروع کرتا ہے۔ تو اختلافات اور طبیعتوں کا تضاد ظاہر ہونے لگتا ہے۔ جس سے جھگڑے۔ لڑائیاں ہونے لگتی ہیں۔ اور بعض دفعہ علیحدگی کی نوبت آ جاتی ہے۔ اس لئے موزوں اور کامیاب نکاح کے لئے دلی فہیم باہمی رضامندی لازمی ہے۔ اور یہ قانون انسانی جبلّت کی اصلیت پر مبنی ہے۔

(۵) نکاح ایک مجلس رشتہ داری ہے

نکاح کے رشتے کا اثر صرف دو شخصوں کی زندگیوں پر ہی نہیں پڑتا۔ بلکہ اُس کا دائرہ زیادہ وسیع ہوتا ہے۔ اس سے دو خاندانوں میں ایک نیا رشتہ قائم ہو جاتا ہے۔ اور گاؤں کے ساتھ نئے جوڑے کا معاشری تعلق پیدا ہو جاتا ہے۔ اور اُن کی مذہبی اور قومی جماعت میں اُن کو ایک نیا درجہ حاصل ہو جاتا ہے۔ نئے جوڑے کو گاؤں والوں کی مدد اور گاؤں کو نئے جوڑے کی خدمت درکار ہے۔ اس لئے مناسب ہے کہ گاؤں والوں

کی بھی منظوری۔ خوشنودی اور برکت حاصل کی جائے۔ اسی لئے اپنی طرف سے مجلس سوسائٹی بھی قانون بناتی ہے کہ وہ کس قسم کے نکاح کو تسلیم کریگی۔ اور اب ہم اُن قانونوں کا ذکر کرینگے جو سوسائٹی کی طرف سے قائم کئے گئے ہیں :۔

الف۔ مجلس نے ممنوع رشتوں اور ناتوں کا قانون بنایا ہے۔

حیوانوں میں کسی قسم کی ممانعت نہیں۔ اوسر اپنی ماں سے بچہ پیدا کرسکتا ہے۔ اور مرغ اپنے ہی بچے سے ملاپ کرسکتا ہے۔ لیکن وحشی سے وحشی آدمی بھی کسی کو اپنی ماں یا اپنی لڑکی سے نکاح کرنے کی اجازت نہیں دے سکتا۔ اور نہ ہی کوئی بھائی بہن بہن نکاح ہونے دیگا۔ قانون نے شائستگی اور اخلاق کی خاطر یہ قانون بنایا ہے۔ نزدیکیوں کے ساتھ مباشرت باقاعدہ طور پر قائم نہیں ہوسکتی۔ ورنہ خاندانی زندگی کی بالکل جڑ اکھڑ جائے۔ ایسی پابندیاں قدرت اور انسانیت کی ترتیب کے عین مطابق ہیں۔

(ب) مجلس (سوسائٹی) نکاح باندھنے کے ریت اور رسم مقرر کرتی ہے۔

نکاح باندھنے کے لئے برہمن۔ مولوی۔ پادری۔ پروہت وغیرہ خاص لوگ مقرر کئے جاتے ہیں۔ اور اُن کا فرض ہوتا ہے کہ وہ اپنے اپنے مذہب کے دستورات کے عین مطابق نکاح باندھیں۔ اس لئے عام قانون کے مطابق نکاح دوسروں کے سامنے۔ دیوتاؤں کے سامنے اور پڑوسیوں کے سامنے مقررہ ریت و رسم کے مطابق باندھا جانا چاہئے۔

ج۔ جب کسی نکاح کو ایک خاص جماعت۔ ملک یا مذہب صحیح تسلیم کرلے۔ تو اُسے ہر جگہ سچا نکاح مانا جاتا ہے۔

نکاح انسان کا جنسی خاصہ ہے اور اس لئے وہ سب نسلی۔ قومی اور

مذہبی حدود سے بالاتر ہے۔ اگر کسی ایک ملک میں اس ملک کے قاعدوں کے مطابق نکاح باندھا جائے۔ تو وہ ہر جگہ قانوناً جائز تسلیم کیا جائیگا۔ اگر ایک مذہب کی رسومات کے مطابق نکاح بندھے تو تبدیلِ مذہب کے بعد بھی وہ نکاح قائم رہتا ہے۔ نکاح کا تعلق بچوں۔ خاندان اور اخلاق سے ہے اور یہ تینوں ساری انسانیت میں پائے جاتے ہیں نکاح نکاح ہے خواہ وہ کسی مذہب یا کسی رسومات کے مطابق ہی کیوں نہ باندھا گیا ہو۔

ہمارے خداوند نے اپنی دُنیاوی زندگی میں اپنے شاگردوں کے لئے کوئی نیا قانونِ نکاح نہ قائم کیا۔ بلکہ صرف تمام انسانوں کے مشترکہ قدرتی قانون پر ہی دوبارہ زور دیا جب لوگوں نے آپ سے موسیٰ کے قانونِ طلاق کے متعلق سوال کئے۔ تو آپ نے فرمایا "موسےٰ نے تمہاری سخت دلی کے سبب سے تم کو اپنی بیویوں کو چھوڑ دینے کی اجازت دی مگر ابتدا سے ایسا نہ تھا" اور یہ بھی کہا "جسے خدا نے جوڑا ہے۔ اُسے آدمی جدا نہ کرے"۔ (متی ١٩ باب ٨ آیت و مرقس ١٠ باب ٩ آیت) دوسرے حکموں کی طرح آپ نے یہ نہ کہا کہ "لیکن میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ تم ہرگز ایک دوسرے سے جدا نہ ہو"۔ گویا آپ نے فرمایا۔ کہ یہ قانون ابتدا ہی سے انسان پر عائد ہے۔ اور بعد ازاں طلاق کی اجازت دیئے جانا خدا کے قدرتی قانون سے گویا انحراف تھا۔

کلیسیا نے شروع سے خداوند کے بیان کے مطابق اُس قدرتی قانون کو کلیسیا کا قانون تسلیم کرلیا۔ اس لئے مسیحی نکاح کی پائداری کا انحصار کسی ایسے من مانے قانون پر نہیں جو کلیسیا نے اپنی تواریخ کے کسی زمانے میں وضع کیا ہو۔ بلکہ وہ ہر وقت اور تمام لوگوں پر حاوی رہا ہے۔

اس لئے وہ اپنے عمل میں عالمگیر ہے۔ اور جو نسل قوم یا جماعت اس قانون سے غافل رہتی ہے۔ وہ اپنے لوگوں کی زندگی میں تباہی لانے کا باعث بنتی ہے۔

تمام نسلیں اور قومیں اس قدرتی اصول پر برابر کاربند نہیں ہیں۔ اس لئے اس زمانے کے کسی خاص انسانی گروہ کے دستورِ عمل سے ہم عالمگیر قانونِ نکاح کا پتہ نہیں لگا سکتے۔ افریقہ میں کثرتِ ازدواجی کی اجازت ہے۔ اور ہندوستان کی بعض ابتدائی قوموں میں ایک عورت کو ایک سے زیادہ تعلق رکھنے کی اجازت ہے بعض جماعتوں کا دستور ہے کہ عورت محض نکاح کے وقت خاوند کے دیے ہوئے کپڑے واپس کرنے سے نکاح توڑ سکتی ہے۔ لیکن ایسی باتیں عالمگیر طور پر تسلیم نہیں کی جاتیں۔

ان باتوں سے کیا نتیجہ نکلتا ہے اور کلیسیا کا قانون کیا ہونا چاہئے ؟ کلیسیا کے قانون صرف وہی ہو سکتے ہیں۔ جن کو خدا نے قدرتی طور پر انسانی دل میں جمایا ہے۔ اور جو خداوند مسیح کی تعلیم اور عورت اور خاندانی زندگی کے متعلق خداوند کے معیار کی کسوٹی پر پورے اتر سکتے ہیں۔ اگر ہم پاک نکاح کے اعلٰے مرتبے کو اپنے پیشِ نظر نہ رکھیں۔ تو خاندان کلیسیا اور جماعت کو سخت نقصان پہنچنے کا احتمال ہے۔

عملی طور پر ہندوستان میں کئی طریقوں سے ان عالمگیر قانون کی خلاف ورزی کی جاتی ہے۔ بچپن کے نکاح میں باہمی رضامندی کا قانون محض برائے نام رہ جاتا ہے۔ اگر رضامندی پوری سمجھ سے نہ دی جائے۔ تو وہ دلی اور آزادانہ نہیں ہو سکتی۔ اسی طرح طلاق اور دوبارہ نکاح کو بہت سے ملکوں میں جائز سمجھا جاتا ہے۔ اسلام کثرتِ ازدواجی کی اجازت دیتا

ہے اور اس پر عمل بھی ہوتا ہے۔ علاوہ ازیں جب نکاح کا انتظام والدین کے ہاتھ میں ہوتا ہے تو وہ سوچنے لگتے ہیں کہ انہیں کیا فائدہ پہنچیگا۔ اور وہ زیادہ تر جہیز گہنوں اور روپیہ پیسہ کے معاہدے پر دیتے ہیں۔ اور اس اتحاد کے تین ضروری پہلوؤں کو یعنی نکاح سے دو شخصوں کی جسمانی ذہنی اور رُوحانی قوتوں کو ملانا مقصود ہے بالکل نظرانداز کر دیتے۔ یہ نہایت ہی رنج کی بات ہے۔ اس لئے اگر ہم حقیقی طور پر خواہاں ہوں۔ کہ نکاح کا رشتہ کلیسیا کی برکت کا باعث ہو تو ہم ان قدرتی اصولوں سے غافل نہیں رہ سکتے *

Rev Michael Juseph. Cell # 92 300 7233 854.
yscaljesus@gmail.com
yesmicheal@yahoo.co.uk
Evenglist Yousaf Masih.
Cell # 92 300 7233 853.

دُوسرا باب

اسرائیلیوں کے نکاح کے قانُون

پہلے باب میں ہم نے نکاح کے قدرتی قانونوں کا بیان کیا ہے۔ اور بتلایا ہے کہ وہ کونسے اصول ہیں جس پر نکاح کے تمام رشتوں کا انحصار ہے۔ اس باب میں ہم ذکر کیا چاہتے ہیں کہ مختلف زمانوں میں مختلف قوموں نے کہاں تک ایسے قانونوں کی خلاف ورزی کی۔ اور ہم خاص کر اسرائیلی قوم پر اس نقطۂ نگاہ سے نظر ڈالینگے۔ کیونکہ وہ قوم خاص طور پر خُدا کے زیرِ تربیت رہی تھی۔

پرانے عہدنامے سے پتہ چلتا ہے۔ کہ قدیم قوموں نے نکاح کے قدرتی قانونوں کو کئی باتوں میں نظرانداز کردیا جس سے خرابیاں پیدا ہوگئیں اور ان خرابیوں کے زیادہ تر سبب انسانی گناہ۔ مردوں کی خودغرضی۔ اور عورتوں کی غلامی تھے۔

(۱) قدیم قوموں میں نکاح کے رابطہ کے باہر مرد اور عورت کے شہوانی تعلق کو بڑا جرم نہ سمجھا جاتا تھا۔

سدوم کے لوگوں سے لوط کی گفتگو اور اُس کی بیٹیوں کی مکروہ حرکت قدیم دُنیا کی بدکاری پر گواہ ہیں (پیدائش ۱۹ باب)۔ یہوداہ (پیدائش ۳۸ باب)

سمسون (قضاۃ ۱۶ باب) اور لاوی (قضاۃ ۱۹ باب) کے حالات سے پتہ چلتا ہے کہ اُن دنوں ایسی مجلسی خرابیاں کتنی عام پھیلی ہوئی تھیں جبعونیوں کی بے رحمی (قضاۃ ۱۹ باب) اور اسرائیلیوں کے سامنے بلعام کا موآبی عورتوں کی آزمائش پیش کرنے اور اُن کی اس آزمائش میں گرجانے سے ظاہر ہوتا ہے کہ اُن دنوں اسرائیلیوں کا اخلاقی معیار بھی کس قدر گرا ہُوا تھا۔ سارہ اور ربقہ جیسی حسین بیویوں کے لئے مصر یا کنعان میں داخل ہوتے وقت اپنی عصمت بچانا ناممکن تھا۔ اور جیسا کہ عاموس۔ ہوسیع۔ یرمیاہ اور ملاکی کی تحریروں سے ثابت ہوتا ہے۔ یہودی سلطنت کے زمانے میں بھی یہ معیار بہت نیچا تھا۔

(۲) بے قاعدہ نکاح بہت عام تھے۔

احبار کے ۱۸ باب میں ممنُوع رشتے اور ناتے درج ہیں (۶ تا ۲۳ آیت) اور ساتھ ہی یہ صاف حکم دیا گیا ہے۔ کہ "تم اِن کاموں میں سے کسی میں پھنس کر آلودہ نہ ہوجانا۔ کیونکہ جن قوموں کو میں تُمہارے آگے سے نکالتا ہوں وہ ان سب کاموں کے سبب سے آلودہ ہیں (۲۴ تا ۲۸ آیت) اس سے پتہ چلا۔ کہ کنعان کے قدیمی باشندوں میں نزدیکی رشتہ داروں مثلاً سوتیلی ماں یا سوتیلی بیٹی کے درمیان نکاح رائج تھے۔ اور اس لئے صاف الفاظ میں ایسے نکاح ممنُوع قرار دیئے گئے۔ تاکہ خُدا کے لوگ آلودہ ہونے سے بچ جائیں۔

شروع زمانے میں ابراہام نے اپنے باپ کی بیٹی۔ یعقوب نے دو بہنوں سے نکاح کیا اور تمر نے اپنے سوتیلے بھائی سے رشتہ باندھنے کو بُرا نہ جانا۔

(۲ سموئیل ۱۳ باب)

(۳) اپنی مرضی سے خاص کر مرد نکاح توڑ سکتے تھے۔ خاوند اپنی بیوی

کو اور بیوی اپنے خاوند کو جب چاہے علیحدہ کر سکتے تھے اور اس طور واضح طور پر تسلیم کیا جاتا تھا۔ کہ نکاح کا رشتہ عمر بھر کا رشتہ نہیں بلکہ حسب مرضی ٹوٹ سکتا ہے۔ سمسون کی بیوی کے باپ نے اپنی بیٹی کو ایک دوسرے شخص کے حوالے کر دیا۔ اور عوضانہ میں سمسون کو اپنی چھوٹی بیٹی پیش کی (قضاۃ ۱۵ باب ۲ آیت) اسی طرح ساؤل نے اپنی لڑکی کا نکاح پہلے تو داؤد سے کر دیا اور پھر اسی کو دوسرے آدمی کو دے دیا (۱ سموئیل ۲۵ باب ۴۴ آیت) ہر ایک اسرائیلی شوہر کو اجازت تھی۔ کہ وہ اپنی بیوی کو طلاق نامہ دے کر علیحدہ کر دے۔

(۴) نکاح کے رشتے میں بے وفائی کو جرم نہ سمجھا جاتا تھا۔

اس بیان کے ثبوت میں مصری فوطیفار اور حتی بت سبع کی مثالیں موجود ہیں۔ ہوسیع اپنی بیوی کی بے وفائی سے اپنے دل کے ٹوٹ جانے کا ذکر کرتے ہوئے نالاں ہے۔ کہ اس کے زمانے کی عورتوں میں یہ مرض عام پھیلا ہوا ہے۔

عیاں ہے کہ اسرائیلیوں کی ہمسایہ قومیں نکاح کے رشتے میں بہت بے جا کارروائیاں کرتی تھیں۔ اور اسرائیلی خود بھی قدرتی قانون پر وفاداری سے عمل نہ کرتے تھے۔ لیکن آہستہ آہستہ خدا نے غیر قوموں کے مقابلے میں اسرائیلیوں کی تربیت کی اور نسوانی اخلاق میں ان کا معیار بہت اونچا ہو گیا۔

(الف) اسرائیلیوں کو سکھلایا گیا۔ کہ زنا اور قتل کے جرم برابر کے ہیں۔ اور چھٹے اور ساتویں دو حکموں کی خلاف ورزی کی سزا موت ہے۔ دسویں حکم نے سکھلایا۔ کہ اپنے ہمسائے کی بیوی کا لالچ نہ کر۔ اور شریعت نے قاعدہ بنا دیا۔ کہ اگر کوئی مرد کسی شوہر والی عورت سے زنا کرتا پکڑا جائے تو وہ دونوں مار

ڈالے جائیں (استثنا ۲۲ باب ۲۲ آیت) اگر کنواری اپنی عصمت کو کھو بیٹھے تو اسے سنگسار کیا جائے (۲۱ آیت) اگر کوئی کنواری لڑکی کسی شخص سے منسوب ہو گئی ہو۔ اور کوئی دوسرا آدمی اس شہر میں جا کر اس سے صحبت کرے۔ اور وہ لڑکی مدد کے لئے نہ چلائی ہو۔ تو دونوں سنگسار کر دیئے جائیں (۲۳ آیت) اگر وہ آدمی جبراً اس سے صحبت کرے اور کوئی بچانے والا پاس نہ ہو تو وہ آدمی مار ڈالا جائے (۲۵ آیت) اس طور اسرائیلی قانون بہت سخت بنا دیا گیا تھا۔

ہم یہ معلوم نہیں کر سکتے کہ کہاں تک ایسی انتہائی سزائیں واقعی دی جاتی تھیں۔ لیکن پیدائش ۳۸ باب ۲۴ تا ۲۵ آیات ۲ سموئیل ۱۱ باب۔ ہوسیع ۳ باب اور مقدس یوحنا ۸ باب ۳ تا ۱۱ آیات میں مندرجہ واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ بہت سے مقدموں میں تو ایسی سزائیں نہ دی جاتی تھیں۔ تاہم اس میں کیا شک ہے کہ ایسے سخت قاعدوں کے ذریعے اسرائیلیوں کو سکھلایا گیا کہ نکاح کے رابطے سے بے وفائی نفرت انگیز گناہ ہے۔

(ب) اسرائیلیوں کو واضح طور پر بتلا دیا گیا تھا کہ کن رشتوں اور ناتوں کے درمیان نکاح ممنوع ہے۔ اگرچہ پرانے زمانے میں ابراہام نے اپنے باپ کی سوتیلی بیٹی اور موسیٰ کے باپ عمرام نے اپنے باپ کی بہن (خروج ۶ باب ۲۰ آیت) سے نکاح کئے۔ لیکن بعد ازاں شریعت نے ایسے نکاح کو شہوانی رشتہ قرار دیا۔ زیادہ توضیح کے لئے احبار ۱۸ باب اور ۶ تا ۱۷ آیات کا مطالعہ ضروری ہے۔ وہاں لکھا ہے کہ مرد کو مفصلہ ذیل رشتہ داروں سے نکاح نہ کرنا چاہئے۔

(۱) احبار ۱۸ باب۔ ۷ آیت اپنی ماں سے (خون کا رشتہ)

(۲) ۸ آیت اپنے باپ کی بیوی سے یعنی سوتیلی ماں سے ۔
(نکاح کے ذریعے رشتہ)

(۳) ۹ آیت اپنی بہن سے ۔

(۴) ۱۰ آیت اپنے باپ یا ماں کی بیٹی سے (خون کا رشتہ)

(۵) اور (۶) ۱۰ آیت اپنی پوتی یا نواسی سے (دوسرے قدم کا خون کا
رشتہ)

(۷) ۱۱ آیت باپ کی بیوی کی بیٹی سے (نکاح کے ذریعے سوتیلی بہن)

(۸) ۱۲ آیت اپنے باپ کی بہن سے } یعنی اپنی چچی یا اپنی ماسی
(۹) ۱۳ آیت اپنی ماں کی بہن سے } سے ۔ خون کا رشتہ

(۱۰) ۱۴ آیت اپنے باپ کے بھائی کی بیوی سے (نکاح کے
ذریعے چچی)

(۱۱) ۱۵ آیت اپنی بہو سے } نکاح کے ذریعہ رشتہ خون کے
(۱۲) ۱۶ آیت اپنی بھاوج سے } رشتے سے مشابہ

(۱۳) ۱۷ آیت اپنی بیوی کی بیٹی سے

(۱۴) ۱۷ آیت اپنی بیوی کے بیٹے کی بیوی سے } نکاح کے ذریعے پہلے
(۱۵) ۱۷ آیت اپنی بیوی کی بیٹی کی بیٹی سے } اور دوسرے قدم کے رشتے

ممنوع رشتوں اور ناتوں کی یہ فہرست نامکمل ہے ۔ اور اس کا اطلاق صرف مرد پر ہے ۔ لیکن اس سے صاف نتیجہ نکلتا ہے کہ اس کے بالمقابل عورت کا مفصلہ ذیل رشتوں اور ناتوں میں نکاح ممنوع ہے۔

(۱) باپ (۳) بھائی
(۲) ماں کا شوہر یعنی سوتیلا باپ (۴) ماں کا بیٹا یعنی سوتیلا بھائی

(۵) باپ کا بیٹا یعنی سوتیلا بھائی (۱۰) باپ کی بہن کا خاوند
(۶) بیٹے کا بیٹا (۱۱) داماد
(۷) بیٹی کا بیٹا (۱۲) سوتیلا بیٹا
(۸) چچا (۱۳) سوتیلے بیٹے کا بیٹا
(۹) ماموں (۱۴) سوتیلی بیٹی کا بیٹا

علماء کی رائے میں حزقی ایل کی تعلیم اور بحالی کے زمانے کے اسرائیلی رہنماؤں کی خواہشات کا تعلق احبار میں مندرجہ قانونوں سے ہی ہے ۔ ان قانونوں کے مجموعے سے صاف پتہ چلتا ہے کہ نکاح کے معیار کے اونچا کئے جانے میں کتنی ترقی ہوئی ۔ اگرچہ اسرائیلیوں کے لئے ممنوع رشتوں اور ناتوں کی جامع فہرست موجود تھی ۔ تاہم نکاح کے متعلق بہت سی اور ضروری باتوں کے لئے کوئی قاعدے مقرر نہ تھے ۔

(۱) نکاح زندگی بھر کا رشتہ نہ سمجھا جاتا تھا ۔ خاوند کو مجاز تھا کہ طلاق نامہ دے کر اپنی بیوی کو علیحدہ کر دے (استثنا ۲۴ باب ۱ آیت) اور پھر بیوی دوسرا نکاح کر سکتی تھی ۔ احبار میں بھی اس رسم کے برخلاف کوئی قانون درج نہیں ۔

غیر عورت سے نکاح ہرگز جائز نہ سمجھا جاتا تھا ۔ اگرچہ ملاکی نبی نے اعلان کیا کہ خدا فرماتا ہے کہ "میں طلاق سے بیزار ہوں" عزرا اور نحمیاہ دونوں نے اسرائیلیوں کو مجبور کیا ۔ کہ وہ اپنی غیر قوم اجنبی بیاہتا عورتوں سے الگ ہو جائیں (عزرا ۱۰ باب ۱ تا ۱۹ آیات و نحمیاہ ۱۳ باب ۲۳ تا ۲۷ آیات)

(۲) ایک سے زیادہ بیویاں رکھنے کا عام دستور تھا ۔ ابراہام ۔ یعقوب

جدعون - القانہ - داؤد اور سلیمان سب کی ایک سے زیادہ بیویاں تھیں - استثنا ۲۱ باب ۵ تا ۱۷ آیات میں بھی ایک قانونی دفعہ ہے - جو کہ دو بیویوں والے آدمی کے بچوں کی وراثت پر عائد ہوتی ہے - بعد ازاں قرار دیا گیا - کہ ایک سے زیادہ بیویاں رکھنا اعلےٰ معیار سے نیچے گر جاتا ہے - اس کا سب سے مسلمہ ثبوت نبیوں کی تحریرات میں ملتا ہے - چنانچہ اُنہوں نے خدا اور بنی اسرائیل کے رشتے کو مرد کے ایک بیاہتا بیوی سے محبت رکھنے اور وفادار ہونے سے مشابہ کیا ہے - اور بت پرستی کو بیاہے ہوئے فریق کی بے وفائی سے تشبیہ دی ہے - اسرائیلی مؤرخ لکھتے ہیں - کہ جلا وطنی کے زمانے کے بعد ایک سے زیادہ بیویاں رکھنے کی رسم بالکل مٹ چکی تھی -

(۴) جائداد کو محفوظ کرنے کے لئے چند بے قاعدہ نکاح بھی جائز سمجھے جاتے تھے - استثنا میں مندرجہ قانون کے مطابق (استثنا ۲۵ باب ۵ تا ۱۰ آیات) اگر کئی بھائی مل کر ساتھ رہتے ہوں - اور ایک اُن میں سے بے اولاد مر جائے - تو اس کے شوہر کا بھائی اُس کے پاس جا کر اُسے اپنی بیوی بنا لے - تاکہ اولاد پیدا ہو سکے اور جائداد قائم رہے - اگر کوئی شخص اس فرض کے ادا کرنے سے انکار کرے - تو وہ سخت سزا کا مستوجب سمجھا جائے - اس معاملے میں بھی یہودی مؤرخ کہتے ہیں کہ اس رواج پر بہت کم عمل ہوتا تھا اور جلا وطنی کے زمانے کے بعد تو وہ بالکل جاتا رہا معلوم ہوتا ہے کہ جب تک ایک سے زیادہ بیویاں کرنے کی رسم جاری رہی - یہ رواج بھی قائم رہا - اور جب ایسی رسم جاتی رہی - تو یہ رواج بھی ختم ہو گیا -

اگرچہ اسرائیلی نکاح کے قانون میں وہ سب خامیاں پائی جاتی تھیں - جن کا ذکر ہم نے اُوپر کیا ہے - تاہم وہ اُس زمانے میں باقی سب قوموں کے

قاعدوں سے بہت افضل تھا - غیر قوموں میں شہوانی رشتے بہت مکروہ حالت تک پہنچے ہوئے تھے - اور اسرائیلیوں کی حالت بدرجہا بہتر تھی - اور اس میں کوئی شک نہیں کہ خداوند مسیح کی آمد سے بہت پہلے اسرائیلی اُونچے درجے پر پہنچ چکے تھے - کہا جاتا ہے کہ موجودہ زمانے میں بھی اسرائیلی جسمانی ذہنی اور کاروباری طور پر بہت قوموں سے آگے بڑھے ہوئے ہیں اور اس کی بڑی وجہ یہی ہے کہ اُن کے نکاح کا ضابطۂ قانون بہت سخت ہے اور وہ اس پر برابر عمل کر رہے ہیں - پھر بھی ہمیں تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ قدرتی قانون کے مقابلے میں پُرانے عہدنامے کے نکاح کے قانون بہت کمزور تھے - خداوند یسوع مسیح نے خود فرمایا "اُس (موسیٰ) نے تمہاری سخت دلی کے سبب سے تمہارے لئے یہ حکم لکھا تھا - لیکن خلقت کے شروع سے اُس نے اُنہیں مرد اور عورت بنایا - اس لئے مرد اپنے باپ سے اور ماں سے جُدا ہو کر اپنی بیوی کے ساتھ رہیگا - اور وہ اور اُس کی بیوی دو نو ایک جسم ہونگے پس وہ دو نہیں - بلکہ ایک جسم ہیں - اس لئے جسے خُدا نے جوڑا ہے - اُسے آدمی جُدا نہ کرے" - (مرقس ۱۰ باب ۵ تا ۹ آیات)

ہندوستان میں اسرائیلیوں کے ناقص رسم و رواج ہم مسیحیوں کے لئے راہبر نہیں ہو سکتے - بلکہ اُن کا زیادہ سخت ضابطۂ قانون ہمارے لئے نمونہ ہو - اس میں کیا کلام ہے کہ اسرائیلی اصلاح کرنے والوں نے خُدا کی مرضی کو ٹھیک سمجھا - جبکہ اُنہوں نے مفصلہ ذیل الفاظ لکھے "تم ان کاموں میں سے کسی میں پھنسکر آلودہ نہ ہو جانا - کیونکہ جن قوموں کو میں تمہارے آگے سے نکالتا ہوں - وہ ان سب کاموں کے سبب آلودہ ہیں - اور اُن کا ملک بھی آلودہ ہو گیا ہے - اس لئے میں اُس کی بدکاری کی سزا اُس کو دیتا ہوں - ایسا

کہ وہ اپنے باشندوں کو اُگلے دیتا ہے۔ لہٰذا تم میرے آئین اور احکام کو ماننا اور تم میں سے کوئی خواہ دیسی ہو یا پردیسی جو تم میں بود و باش رکھتا ہو۔ ان مکروہات میں سے کسی کام کو نہ کرے۔ کیونکہ اس ملک کے باشندوں نے جو تم سے پہلے تھے۔ یہ سب مکروہ کام کئے ہیں۔ اور وہ ملک آلودہ ہو گیا ہے۔ سو ایسا نہ ہو کہ جس طرح اس ملک نے اس قوم کو جو تم سے پہلے وہاں تھی۔ اُگل دیا۔ اسی طرح تم کو بھی جب تم اُسے آلودہ کرو۔ تو اُگل دے۔ (احبار ۱۸ باب ۲۴ تا ۲۸ آیات)۔

اس لئے ہم مصمم ارادہ کر لیں۔ کہ اپنے خاندان۔ اپنی جماعت اور اپنے ملک کی خاطر ہم اپنے ملک کے لوگوں کو سب بُری رسموں اور منظوریوں کو بالائے طاق رکھ کر اپنے لئے اور اپنے بچوں کے لئے اُن اصولوں پر ثابت قدمی سے چلیں گے جو کہ صدیوں سے مسیحی کلیسیا نے قائم کر رکھی ہیں۔

Rev Michael Joseph. Cell # 92 300 7233 854.
yscaljesus@gmail.com
yesmicheal@yahoo.co.uk
Evenglist Yousaf Masih.
Cell # 92 300 7233 853.

تیسرا باب

نکاح پر خداوند مسیح کی تعلیم

اس باب میں ہم بیان کریں گے کہ نئے عہدنامے میں مسیحی نکاح کی کیا تعلیم دی گئی ہے۔ پہلے ہم اپنے خداوند اور بعد اُن رسولوں کی تعلیم کا مطالعہ کریں گے۔

(۱) خداوند نے سکھایا کہ نکاح کا طریقہ خدا نے مقرر کیا۔ (مقدس متی ۱۹ باب ۴-۵ آیت)
آپ نے فرمایا۔ "جس نے انہیں بنایا۔ اُس نے ابتدا ہی سے انہیں مرد اور عورت بنا کر کہا۔ کہ اس سبب سے مرد باپ سے اور ماں سے جدا ہو کر اپنی بیوی کے ساتھ رہیگا اور وہ دونو ایک جسم ہونگے"۔ گویا کہ نکاح کا رشتہ خدا کے الٰہی انتظام کے شروع سے ہی قائم ہوا۔ ایک مرد کا ایک عورت سے نکاح انسانی جبلت پر ہی مبنی ہے۔ اور کوئی دوسرا انسانی جوڑ اتنا مضبوط اور گہرا نہیں۔ یہانتک کہ والدین اور بچے کا رشتہ بھی اس سے چھوٹا ہے۔

(۲) ہمارے خداوند نے یہ بھی اعلان کر دیا کہ نکاح کا رشتہ دائمی ہے۔ "جسے خدا نے جوڑا ہے۔ اُسے آدمی جدا نہ کرے۔ اُنھوں نے اس سے کہا کہ موسیٰ نے پھر کیوں حکم دیا ہے کہ طلاق نامہ دے کر چھوڑ دی جائے؟ اُس نے اُن سے کہا کہ موسیٰ نے تمہاری سخت دلی کے سبب سے تم کو اپنی بیویوں کو چھوڑ دینے کی اجازت دی۔ مگر ابتدا سے ایسا نہ تھا۔ اور میں تم سے کہتا ہوں۔ کہ جو کوئی اپنی بیوی کو حرامکاری کے سوا کسی اور سبب

سے چھوڑ دے اور دوسری سے بیاہ کرے وہ زنا کرتا ہے۔ اور جو کوئی چھوڑی ہوئی سے بیاہ کرے وہ بھی زنا کرتا ہے" (مقدس متی ۱۹ باب ۳ تا ۹ آیات)

یہی فرمان متی ۵ باب ۳۲ آیت میں پایا جاتا ہے "لیکن میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ جو کوئی اپنی بیوی کو حرامکاری کے سوا کسی اور سبب سے چھوڑ دے وہ اُس سے زنا کراتا ہے اور جو کوئی اُس چھوڑی ہوئی سے بیاہ کرے۔ وہ زنا کرتا ہے"

مقدس مرقس اور مقدس لوقا کی انجیلوں میں بھی تھوڑے فرق کے ساتھ یہی فرمان درج ہے "اُس نے اُن سے کہا جو کوئی اپنی بیوی کو چھوڑ دے۔ اور دوسری سے بیاہ کرے وہ اُس پہلی کے برخلاف زنا کرتا ہے۔ اور اگر عورت اپنے شوہر کو چھوڑ دے۔ اور دوسرے سے بیاہ کرے۔ تو زنا کرتی ہے۔ (مقدس مرقس ۱۰ باب ۱۱ و ۱۲ آیات)

"جو کوئی اپنی بیوی کو چھوڑ کر دوسری سے بیاہ کرے۔ وہ زنا کرتا ہے۔ اور جو شخص شوہر کی چھوڑی ہوئی عورت سے بیاہ کرے۔ وہ بھی زنا کرتا ہے"

(مقدس لوقا ۱۶ باب ۱۸ آیت)

مقدس پولوس صاف طور پر کہتا ہے۔ کہ اُس نے بھی اپنی ہدایات خداوند مسیح کی تعلیم کے مطابق دی ہیں۔ "مگر جن کا بیاہ ہو گیا ہے۔ ان کو میں نہیں بلکہ خداوند حکم دیتا ہے کہ بیوی اپنے شوہر سے جدا نہ ہو۔" (اکرنتھیوں ۷: ۱۰)

مقدس انجیل خداوند کے ان الفاظ کو بیان کرنے میں ایک استثنا ایزاد کرتی ہے۔ یعنی "حرامکاری کے سوا"۔ خداوند مسیح کے اپنے صحیح

الفاظ کو معلوم کرنا مشکل ہے۔ لیکن ہم یقینی طور پر یہ کہہ سکتے ہیں۔ کہ خداوند نے اصُول قائم کر دیا کہ موت کے بغیر نکاح ٹوٹ نہیں سکتا۔ اگر ایک فریق بے وفا نکلے اور زنا یا حرامکاری کا مرتکب ہو تو اس حالت میں وہ ایک دوسرے سے علیحدہ ہو سکتے ہیں۔ لیکن دوبارہ نکاح نہیں کر سکتے (مقدس متی ۱۹ باب ۱۹ آیت)

(۳) خداوند کی تعلیم کے مطابق سب بے ضابطہ نکاح گناہ آلودہ ہیں۔ "جو کچھ آدمی میں سے نکلتا ہے۔ وہی آدمی کو ناپاک کرتا ہے۔ کیونکہ اندر سے حرامکاریاں۔ خونریزیاں۔ زناکاریاں۔۔۔ یہ سب باتیں اندر سے نکل کر آدمی کو ناپاک کرتی ہیں" (مقدس مرقس ۷ باب ۲۱ و ۲۲ آیات) خداوند نے ان آیات میں اُن سب گناہوں کی فہرست دی ہے۔ جن کا انسان خود اپنے خلاف مرتکب ہوتا ہے اور جن سے وہ ناپاک ہوتا ہے۔ اور صاف اور صریح لفظوں میں کہہ دیا ہے کہ زناکاری اور حرامکاری شہوانی گناہ۔ گنہگار کو ناپاک کرتے ہیں۔

(۴) خداوند نے خاص طور پر ارادتاً نکاح کی حالت کی عزت افزائی کی۔ خداوند صرف یہ سکھلانے پر قانع نہ رہے کہ نکاح خدا کی طرف سے قائم ہے۔ اور اس لئے یہ مقدس رشتہ ہے۔ بلکہ خاص طور پر ایک نکاح کے موقعے پر حاضر ہو کر اور انتظام کرنے والوں کو شخصی مدد دے کر خداوند نے واضح طور پر ظاہر کر دیا کہ نکاح کی حالت کو وہ عزت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔

اس کے علاوہ آپ نے نکاح کے رشتے کو اپنے اور اپنے شاگردوں کے تعلق سے تمثیلاً "تشبیہ دے کر اُسے مقدس ٹھہرایا۔ اور اُسے رُوحانی

سطح تک اُوپر اُٹھا دیا۔ اور مناسب طور پر اُس کے بعد وہ پاک نکاح کہلانے لگا۔ (مقدس متی ۲ باب ۱۹ آیت اور مقدس یوحنا ۳ باب ۲۹ آیت)

مقدس پولوس بھی اس رشتہ کو خُداوند مسیح اور اُس کی کلیسیا کے تعلق کا نمونہ بیان کرتا ہے اور پُرزور درخواست کرتا ہے کہ شوہر اور بیوی کا تعلق اس استعارے کے مناسبِ حال ہونا چاہئے۔ وہ بیویوں سے کہتا ہے کہ وہ اپنے شوہروں کے تابع رہیں اور شوہروں سے کہتا ہے کہ وہ اپنی بیویوں سے محبّت رکھیں جیسا کہ خُداوند مسیح نے اپنی کلیسیا سے محبّت رکھی اور اُس کے لئے اپنی جان دے دی۔ یہ باتیں کہتے ہوئے مقدس رسُول اپنی طرف سے کوئی نئی سچائی نہیں سکھلا رہا تھا۔ بلکہ وہ خُداوند کی ہی تعلیم کے عملی پہلو کو ظاہر کر رہا تھا۔

(۵) خُداوند نے سزائیں عائد نہ کیں بلکہ معافی کا اعلان کیا۔

جب ہمارے خُداوند کو سنگین شہوانی گُناہ سے سامنا پڑا۔ تو انہوں نے پُرانے عہدنامے کی طرح مجرم پر سخت سزا نہ لگائی بلکہ اُس کے لئے معافی اور نئی صاف زندگی کا اعلان کیا۔ جب ایک عورت زنا میں پکڑی گئی۔ تو خُداوند نے کہا "جا پھر گناہ نہ کرنا"۔ اور ان الفاظ سے پچھلے گناہ سے اُسے معافی دی اور اُسے اور اُس جیسے دوسرے گنہگاروں کو نئے سرے سے اچھی زندگی بسر کرنے کی دعوت دی اور حوصلہ بڑھایا۔ اس طور شہوانی گُناہ اُس کے نجات دینے والے فضل کے ماتحت آ گئے۔ اور کھُلے طور پر گُناہ کرنے والے کو بھی خُداوند کی محبّت نے معافی دے دی۔ شفا بخش دی۔ اور اپنی خدمت کے لئے اُسے قبُول کر لیا مختصراً مرد اور عورت کے رشتہ کی خُداوند نے تقدیس کر دی۔ اُسے اعلا درجہ دے

دیا اور ایسی عزت کا مستحق ٹھہرایا۔ جو کہ پہلے کبھی اسے حاصل نہ تھی۔ اس طور پر خُداوند کی ہی تعلیم پر مسیحی کلیسیا نے نکاح کے قانون قائم کئے ہیں۔

چوتھا باب

نکاح کے بارے میں رسولوں کی تعلیم

جب اسرائیلیوں سے الگ ہوکر کلیسیا ایک علیحدہ مجلسی جماعت بن گئی۔ تو ہر پہلو میں رسول اُس کے شرکا، کی رہنمائی کے لئے ضابطے کے اصول قائم کرنے لگے۔ اور اس باب میں ہم بتلائینگے کہ نکاح کے متعلق کلیسیا کے ابتدائی زمانے میں کون کون سے اُصول اور قاعدے بنائے گئے۔

(۱) قرار دیا گیا کہ نکاح کا رشتہ باعزت اور تعظیم کے لائق ہے۔

عبرانیوں کے خط میں ہدایت ہے کہ "بیاہ کرنا سب میں عزت کی بات سمجھا جائے"۔ (عبرانیوں ۱۳ باب ۴ آیت) افسیوں کے خط میں مقدس پولس شوہر اور بیوی کے رشتہ کو خُداوند مسیح کے اپنی کلیسیا سے پُر اسرار ملاپ سے مشابہت دیتا ہے۔ مکاشفہ کی کتاب میں نکاح کی مثال کو خُداوند مسیح اور کلیسیا کی مبارک زندگی کے لئے استعمال کیا ہے۔ اور مقدس لوگوں کی خوشی اور خُداوند مسیح کے ساتھ اُن کے پُورے ملاپ کو برّے کی شادی کے خیال کے ساتھ وابستہ کیا ہے۔ مکاشفہ ۱۹ باب ۷ تا ۹ آیات۔

کلیسیا کی تقدیس کا تصوّر اُس دُلہن کی مانند باندھا ہے۔ جس نے اپنے شوہر کے لئے سنگار کیا ہو (مکاشفہ ۲۱ باب ۲ آیت) اور کلیسیا ایسی

دُلہن ہے۔ جو اپنے دُلہا کے آنے کے لئے آراستہ ہو (مکاشفہ ۲۲ باب، آیت) اس طور پر گویا نکاح کا رشتہ خُداوند مسیح اور اُس کی پر جلال کلیسیا کے کامل ملاپ کا نمونہ ہے۔

(۲) مسیحی نکاح دو مسیحی شخصوں کا ملاپ ہے۔

مقدس پولس کرنتھیوں کو لکھتا ہے "بے ایمانوں کے ساتھ ناہموار جوئے میں نہ جتو۔ کیونکہ راستبازی اور بے دینی میں کیا میل جول؟ یا روشنی اور تاریکی میں کیا شراکت؟ مسیح کو بلیعال کے ساتھ کیا موافقت؟ اور خُداوند کے مقدس کو بتوں سے کیا مناسبت ہے"؟ (۲ کرنتھیوں ۶ باب ۱۴ و ۱۵ آیات) ایک مسیحی بیوہ کے لئے دوسری شادی کی اجازت دیتے ہوئے شرط لگا دی ہے "مگر صرف خُداوند میں"۔ (۱ کرنتھیوں ۷ باب ۳۹ آیت)

ان صریح بیانات کی بنا پر کلیسیا نے ہمیشہ مسیحیوں کے غیر مسیحیوں سے نکاح کو بالکل رد کیا ہے۔ اسی لئے آجکل بھی کلیسیا مسیحیوں کے ایمانداروں کے گھرانے سے باہر کے شخص سے نکاح کو رد کرتی ہے۔ ہندوستان کی کلیسیاؤں کا فرض ہے۔ کہ وہ مقدس پولس کے اس حکم پر لفظی اور معنوی پورے اور پورے طور سے عمل کرے۔ نکاح کے پہلے صرف نکاح کی خاطر ایک فریق کو بپتسمہ دینے سے شاید لفظی طور پر تو یہ حکم پُورا ہو جائے۔ لیکن معنوی طور پر اس کی خلاف ورزی ہوتی ہے۔ تجربہ نے ثابت کر دیا ہے۔ کہ نکاح کی خاطر جو بپتسمہ دیا جاتا ہے۔ وہ اکثر بعد میں کلیسیا کے لئے سخت کمزوری کا باعث بنتا ہے ایسے نو مرید مسیحی ایمان اور عمل میں ترقی کرنے کے لئے بہت وقت لیتے ہیں اور وہ اکثر ہماری کلیسیاؤں کے سب سے پیچھے رہے ہوئے شریک ہوتے ہیں۔

ایسی مخلوط شادیاں کلیسیا کے لئے خطرے کا موجب بن رہی ہیں اور بہت سے تعلیم یافتہ گھرانوں کا مسیحی چلن خراب ہو رہا ہے۔ اعلٰے طبقے کی تعلیم یافتہ عورتیں غیر مسیحی آدمیوں سے رابطہ پیدا کر کے اُن سے نکاح کر لیتی ہیں۔ کیونکہ اُن کو اپنے درجے اور حیثیت کا مسیحی لڑکا نہیں ملتا۔ لیکن اپنے اس عمل سے وہ اپنے مذہب کی بے عزتی کرتی ہیں اور اپنے ایمان کو خطرے میں ڈال دیتی ہیں۔ ہمیں معلوم ہے کہ بعض حالتوں میں وہ تو اپنے ایمان کو بالکل کھو بیٹھتی ہیں۔ اگر وہ ذرا صبر سے کام لیں اور برابر گواہی دیتی چلی جائیں تو ممکن ہے کہ وہ نوجوانوں کو خداوند مسیح کے پاس لے آئیں جس سے عمر بھر دونو کی زندگی خوشی اور تسلی سے گذرے اور ہمارے مقدس مذہب کی توقیر بڑھے۔

(۳) بے ضابطہ ملاپ ممنوع قرار دئے گئے تھے۔

جب رسُولوں نے یروشلیم میں اکٹھے ہو کر غیر اسرائیلی مسیحیوں کے چلن کے لئے قاعدے اور قانون بنائے۔ تو اُنہوں نے قرار دیا۔ کہ "حرام کاری سے پرہیز کرو۔" حرامکاری سے دو مطلب ہو سکتے ہیں۔

(۱) حرامکاری کا لفظ مردوں کے اُن ناجائز تعلقوں پر عائد تھا۔ جو کہ وہ غیر قومی مندروں سے ملحقہ عورتوں کے ساتھ کر لیتے تھے۔ یہ فاحشہ عورتیں پرستاروں اور مذہبی تہواروں میں شامل ہونے والوں کو بد چلن بنا دیتی تھیں۔ اس لئے یروشلم میں منعقدہ جلسے نے اس گناہ کے خلاف قانون بنانا ضروری سمجھا۔ اس جلسے نے غیر اسرائیلی مسیحیوں کو جتنے جیسے اسرائیلی رسم و رواج اور موسوی شریعت کے رسمی قانونوں اور سبت کی پابندیوں سے تو آزادی دی۔ لیکن مذہب کی آڑ میں اس ہر سُو بدنام

بداخلاقی سے احتراز کا سخت حکم دیا۔

(۲) اس لفظ سے ایسا تعلق بھی مُراد ہے جو کہ نزدیکی رشتہ داروں میں قائم ہو۔ اور اس لئے شہوانی حیثیت رکھتا ہو۔ اس سے پہلے ایک باب میں ہم بتلا چکے ہیں کہ قدیم دُنیا کی غیر قوموں میں کسی قدر بے ضابطگیاں پھیلی ہوئی تھیں۔ لیکن اسرائیلی ایسے بے ضابطہ رشتوں کو حرامکاری سمجھتے تھے۔ اس لئے اغلب ہے کہ یروشلیم کے جلسے (کونسل) ( ) نے مناسب سمجھا کہ غیر اسرائیلی مسیحی بھی نکاح کے ضابطے کو اسرائیلی قانون کے برابر سخت بنا لیں۔

مقدس پولوس کے کرنتھیوں کے نام خطوں سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ ایسے قانون بنانا ضروری تھا۔ معلوم ہوتا ہے کہ کرنتھی دلیل دیتے تھے۔ کہ جس طرح کھانے پیٹ کے لئے ضروری ہیں۔ اسی طرح جسم کو حرامکاری چاہئے (۱ کرنتھیوں ۶ باب ۱۳ آیت) مگر مقدس پولوس اعلان کرتا ہے۔ کہ "بدن حرامکاری کے لئے نہیں بلکہ خُداوند کے لئے ہے"۔ اور اس پر اضافہ کرتا ہے۔ کہ "کیا تُم نہیں جانتے۔ کہ تُمہارا بدن رُوح القدس کا مقدس ہے"۔ (۱ کرنتھیوں ۶ باب ۱۹ آیت) مقدس پولوس کو ایسی تعلیم دینے کا موقع اس وقت ملا۔ جبکہ اُس کی توجہ کرنتھ کی کلیسیا کے ایک شریک کی افسوسناک حرکت کی طرف دلائی گئی۔ جو کہ اپنی سوتیلی ماں سے گناہ کی زندگی بسر کر رہا تھا۔ اور مقدس پولوس صاف بیانی سے دعوےٰ کرتا ہے۔ کہ ایسی حرامکاری غیر قوموں میں بھی نہیں ہوتی (۱ کرنتھیوں ۵ باب ۱ آیت) اس طور شروع ہی میں کلیسیا نے ایسے شہوانی تعلقات کے خلاف قانون بنا دئے۔

(۴) رسولوں نے شروع ہی سے اپنے نو مُریدوں کے لئے عصمت

اور پاکیزہ زندگی کے اعلےٰ معیار قائم کئے۔

عبرانیوں کے نام خط میں صاف الفاظ درج ہیں "بستر بے داغ رہے"۔ (عبرانیوں ۱۳ باب ۴ آیت) مقدس پطرس اور مقدس پولوس ہرگز روادار نہ تھے کہ ایک مسیحی کی اعلےٰ بلاہٹ اور غیر قوم دُنیا کی نفسانی خواہشات میں کسی قسم کی مصالحت ممکن ہے۔ مقدس پولوس اپنے ایشیائی مُریدوں کو لکھتا ہے "اُنھوں (غیر قوموں) نے سُن کر شہوت پرستی کو اختیار کیا۔ تاکہ ہر طرح کے گندے کام حرص سے کریں۔ مگر تم نے مسیح میں ایسی تعلیم نہیں پائی"۔ "اور جیسا کہ مقدسوں کو مناسب ہے۔ تم میں حرامکاری اور کسی طرح کی ناپاکی یا لالچ کا ذکر تک نہ ہو"۔ (افسیوں ۴ باب ۱۹ و ۲۰ آیات اور ۵ باب ۳ آیت) کرنتھیوں کو لکھتا ہے "کیا تم نہیں جانتے۔ کہ تمہارے بدن مسیح کے اعضا ہیں پس کیا میں مسیح کے اعضا لے کر کسبی کے اعضا بناؤں" (۱ کرنتھیوں ۶ باب ۱۵ آیت) تھسلنیکیوں کو لکھا "خدا کی مرضی یہ ہے۔ کہ تم پاک بنو یعنی حرامکاری سے بچے رہو۔ اور ہر ایک تم میں سے پاکیزگی اور عزت کے ساتھ اپنے ظرف کو حاصل کرتا جائے۔ نہ شہوت کے جوش سے ان قوموں کی مانند جو خدا کو نہیں جانتیں" (۱ تھسلنیکیوں ۴ باب ۳ تا ۵ آیات) مقدس پطرس بھی اپنے ہر طرف پھیلے ہوئے مسیحیوں کو تاکید کرتا ہے "فرمانبردار فرزند ہو کر اپنی جہالت کے زمانے کی پرانی خواہشوں کے تابع نہ رہو۔ بلکہ جس طرح تمہارا بلانے والا پاک ہے۔ اُسی طرح تم بھی اپنے سارے چال چلن میں پاک بنو (۱۔پطرس ۱ باب ۱۴ و ۱۵ آیات)۔ عبرانیوں کے خط سے صدا آتی ہے "خدا حرامکاروں اور زانیوں کی عدالت کریگا" (عبرانیوں ۱۳ باب ۴ آیت)

اس طور رسولوں نے ہم آواز ہو کر اپنے مریدوں کو سکھلایا۔ کہ مسیحی ایمان اور جسمانی خواہشات کے درمیان ناقابلِ عبور خلیج حائل ہے۔ اور اس ساری تعلیم کا خلاصہ مقدس پولوس کے الفاظ میں یوں ہے "جو مسیح کے ہیں اُنہوں نے جسم کو اُس کی رغبتوں اور خواہشوں سمیت صلیب پر کھینچ دیا ہے"۔ (گلتیوں ۵ باب ۲۴ آیت)

علاوہ ازیں رسولوں نے حکم دیا۔ کہ جو بھائی ان گناہوں کے مرتکب ہوں۔ وہ کلیسیا کی شراکت سے علیحدہ کر دیئے جائیں۔ مقدس پولوس کرنتھیوں کو سمجھاتا ہے "اگر کوئی بھائی کہلا کر حرامکار یا لالچی یا بت پرست یا گالی دینے والا یا شرابی یا ظالم ہو۔ تو اُس سے صحبت نہ رکھو۔ بلکہ ایسے کے ساتھ کھانا تک نہ کھانا" (۱ کرنتھیوں ۵ باب ۱۱ آیت) اور اسی سلسلے میں انہیں کہتا ہے کہ "ایسا شخص ہمارے خداوند یسوع کے نام سے جسم کی ہلاکت کے لئے شیطان کے حوالے کیا جائے۔ تاکہ اُس کی روح خداوند یسوع کے دن نجات پائے" (۱ کرنتھی ۵ باب ۵ آیت) اسی قاعدے کے بموجب ہم بے ضابطہ ملاپ میں بداخلاقی کی زندگی بسر کرنے والے مسیحیوں کو کلیسیا کی شراکت سے خارج کر دیتے ہیں۔ پاکیزہ زندگی کے متعلق رسولوں کی تعلیم کبھی پُرانی نہیں ہو سکتی۔ بلکہ وہ ہر زمانے میں اور تمام مسیحی لوگوں پر عائد ہے۔

"بدکار اور حرامکار خدا کی بادشاہت کے وارث نہ ہونگے" (۱ کرنتھیوں ۶ باب ۹ اور ۱۰ آیت)

"جوانی کی خواہشوں سے بھاگ"۔ (۲۔ تیمتھیس ۲ باب ۲۲ آیت)

"پس میں یہ چاہتا ہوں۔ کہ جوان بیوائیں بیاہ کریں۔ ان کے اولاد ہو۔

گھر کا انتظام کریں۔ اور کسی مخالف کو بدگوئی کا موقع نہ دیں" (۱ تیمتھیس ۵ باب ۱۴ آیت) کیا تم نہیں جانتے۔ کہ جو کوئی کسبی سے صحبت کرتا ہے۔ وہ اُس کے ساتھ ایک تن ہوتا ہے۔ کیونکہ وہ فرماتا ہے کہ وہ دونو ایک تن ہونگے۔ اور جو خُداوند کی صحبت میں رہتا ہے۔ وہ اُس کے ساتھ ایک رُوح ہوتا ہے۔ حرامکاری سے بھاگو۔ جتنے گناہ آدمی کرتا ہے وہ بدن سے باہر ہیں۔ مگر حرامکار اپنے بدن کا بھی گنہگار ہے۔ کیا تم نہیں جانتے کہ تمہارا بدن رُوح القدس کا مقدس ہے۔ جو تم میں بسا ہُوا ہے۔ اور تم کو خُدا کی طرف سے ملا ہے۔ تم اپنے نہیں بلکہ قیمت سے خریدے گئے ہو۔ پس اپنے بدن سے خُدا کا جلال ظاہر کرو" (۱ کرنتھیوں ۶ باب ۱۵ تا ۲۰ آیات)

ہمارا فرض ہے کہ کلیسیا کے شروع زمانے کے مسیحی رہنماؤں کے مقرر کردہ اس معیار کو کبھی ہاتھ سے نہ دیں۔ بلکہ خُدا سے دُعا کریں کہ وہ ہمیں ان معیاروں پر پکا رہنے کے لئے تقدیس کرے۔

(۵) ایک مسیحی شوہر اور بیوی میں طلاق کی اجازت نہ تھی

مقدس پولوس کرنتھیوں کو لکھتا ہے "جن کا بیاہ ہو گیا ہے۔ اُن کو میں نہیں بلکہ خُداوند حکم دیتا ہے کہ بیوی اپنے شوہر سے جُدا نہ ہو۔ ... نہ شوہر اپنی بیوی کو چھوڑے" (۱ کرنتھیوں ۷ باب ۱۰ ۱۱ آیات)

نومریدوں کو بھی اجازت نہ تھی کہ اپنی پہلی بیویوں کو چھوڑ دیں۔ چنانچہ مقدس پولوس کہتا ہے "اگر کسی بھائی کی بیوی باایمان نہ ہو۔ اور اُس کے ساتھ رہنے کو راضی ہو۔ تو وہ اُس کو نہ چھوڑے۔ اور جس عورت کا شوہر باایمان نہ ہو۔ اور اُس کے ساتھ رہنے کو راضی ہو۔ تو وہ شوہر کو نہ چھوڑے" (۱ کرنتھیوں ۷ باب ۱۲ و ۱۳ آیات) نکاح کا رشتہ پاک ہے اور اس لئے وہ توڑا

نہیں جا سکتا۔ اور یہ رشتہ سب مذاہب میں پایا جاتا ہے۔ اس لئے اُس کی پابندی عالمگیر ہے۔

اگر بیاہے ہوئے جوڑے میں سے صرف ایک شخص بپتسمہ پائے تو جب تک ایمان نہ لانے والا فریق ساتھ رہنے کے لئے راضی ہو۔ رسُول اُس سے علیحدہ ہونے کی اجازت نہیں دیتا۔ اپنے آپ کو مسیحی کہلانے والوں کے لئے طلاق اور بعد میں دوسرا نکاح زیبا نہیں۔ اس لئے وہ اس سچائی پر زور دیتا ہے کہ نکاح ہرگز ٹوٹ نہیں سکتا۔ مسیحی ہو جانے پر بھی شوہر اور بیوی کا رشتہ برابر جاری رہتا ہے۔ اور ہمارے ایمان کے برعکس ہے کہ ہم کسی کے مسیحی ہو جانے کو شوہر اور بیوی میں جُدائی کا بہانہ قرار دیں۔ ہندوستان میں خاص کر ہمیں یہ اصُول یاد رکھنا چاہئے۔ مسیحیت بالکل اس کے خلاف ہے کہ کوئی آدمی بھی اپنی بیوی کو چھوڑ کر دوسری بیاہ لے۔ یا کوئی عورت اپنے شوہر کو چھوڑ کر دوسرا نکاح کرے اور کلیسیا کو ہر طرح کوشش کرنا چاہئے۔ کہ اپنے آپ کو مسیحی کہنے والے ایسے افعال نہ کریں جو کہ اُن کے مذہب کے برخلاف ہیں۔

(۶) نکاح والے جوڑے کو بہت دیر تک ایک دوسرے سے علیحدہ رہنے کی بھی اجازت نہ تھی۔

اس امر میں مقدس پولوس کی ہدایت صاف ہے "تم ایک دوسرے سے جُدا نہ رہو۔ مگر تھوڑی مُدت تک آپس کی رضامندی سے تاکہ دُعا کے واسطے فرصت ملے اور پھر اکٹھے ہو جاؤ۔ ایسا نہ ہو کہ غلبۂ نفس کے سبب سے شیطان تُم کو آزمائے" (۱ کرنتھیوں ۷ باب ۵ آیت) اس آیت میں پانچ اصُولوں کا نظریہ پیش کیا گیا ہے۔ (۱) عام طور پر بیاہے ہوئے جوڑے کو

ایک دوسرے سے علیحدہ نہ رہنا چاہئے ۔(۲) وہ دُعا اور دھیان کے لئے ایک دوسرے سے تھوڑی مُدت تک علیحدہ رہ سکتے ہیں ۔(۳) ایسی علیحدگی صرف عارضی ہونی چاہئے ۔(۴) وہ صرف باہمی رضامندی سے ہو۔ (۵) جب اس طور علیحدگی کا مقررہ وقت گذر جائے تو وہ پھر اکٹھے مل کر رہنے لگیں۔

مقدس رسُول کی یہ نصیحت ہندوستان کی موجودہ مجلسی حالت کے عین حسبِ حال ہے۔ کوئی دعویٰ نہیں کرسکتا۔ کہ مسیحی خاندانی زندگی کے لئے کسی طرح بھی فائدہ مند ہے۔ کہ نوکری یا کاروبار یا فرضی خاندانی ضروریات کی خاطر شوہر اور بیوی کئی مہینوں تک ایک دوسرے سے علیحدہ رہیں۔ اس مُلک کے بعض حصوں کی بعض حرکتوں کی کیا مقدس پولوس سخت الفاظ میں ملامت نہ کرتے۔

(۷) خُداوند مسیح میں عورت کا درجہ بہت اُونچا ہوگیا۔

پُرانے عہدنامے کے زمانے میں شوہر اور بیوی کا رشتہ آقا اور غلام کا رشتہ تھا۔ اور دعوےٰ کیا جاتا تھا۔ کہ کائنات کے شروع سے ہی خُدا نے ایسا ہی مقرر کیا ہے۔ "اور وہ تجھ پر حکومت کریگا"۔ (پیدائش ۳ باب ۱۶ آیت) دسویں حکم میں بیوی اُن چیزوں میں شامل ہے۔ جوکہ آدمی کی ملکیت ہوں۔ "تو اپنے پڑوسی کے گھر کا لالچ نہ کرنا"۔ اور گھر کی چیزوں میں سب سے پہلے بیوی کا ذکر ہے۔ عورت کے لئے مرد سے مہر کا مطالبہ کیا جاتا تھا۔ اور مہر دینے سے گویا مرد عورت کا مالک بن جاتا تھا (پیدائش ۲۹ باب ۲۰ و ۳۴ آیات۔ ۱۔سموئیل ۱۸ باب ۲۵ آیت۔ ۲ سموئیل ۳ باب ۱۴ آیت) بے اولاد بیوی کی حالت قابلِ ترس تھی (پیدائش ۱۶ باب ۴ آیت۔ اور ۳۰ باب ۱ آیت۔

۱۔سموئیل ۱ باب ۶ آیت) ایک سے زیادہ بیویاں کرنے کا عام رواج تھا۔ (خروج ۲۱ باب ۵ تا ۱۱ آیات) بزرگ اور لوگوں کے دوسرے رہنما خاص طور پر اس کمزوری کا شکار رہتے)

خُداوند مسیح کے تجسم اور تعلیم اور نمونہ کے ذریعے عورت کا درجہ بہت اونچا ہوگیا۔ رسُولوں نے بھی اپنی تعلیم میں اس درجے کو پیش کیا۔ مقدس پولوس نے افسیوں اور کلسیوں کے نام خطوط میں اور مقدس پطرس کے پہلے خط میں شوہر اور بیوی کے رشتے کو ایسا درجہ اور ایسی عزت دی گئی ہے جو اُسے پہلے کبھی حاصل نہ تھی۔ افسیوں کے خط میں تاکید کی گئی ہے "اے شوہرو! اپنی بیویوں سے محبت رکھو" (افسیوں ۵ باب ۲۵ آیت) اور نیز اس طرح شوہروں کو لازم ہے کہ اپنی بیویوں سے اپنے بدن کی مانند محبت رکھیں۔ افسیوں ۵ باب ۲۸ آیت۔

کلسیوں کو مقدس پولوس لکھتے ہیں :۔

"اپنی بیویوں سے محبت رکھو اور اُن سے تلخ مزاجی نہ کرو"۔ افسیوں کے خط میں مقدس پولوس خُداوند مسیح اور اُس کی کلیسیا کے باہمی تعلق کو خُداوند مسیح کے پیروؤں کے درمیان نکاح کا نمونہ بتلاتے ہیں۔

۸۔ مسیحی شوہروں اور مسیحی بیویوں کے جُداگانہ فرائض کو صاف صاف بیان کردیا گیا تھا۔

اب ہم دو مفصل اقتباس درج کرتے ہیں جن میں مسیحی شوہر اور مسیحی بیوی کے فرائض کو کما حقہ طور پر واضح کیا گیا ہے۔

الف۔ اے بیویو! اپنے شوہروں کی ایسی تابع رہو جیسے خُداوند کی۔ کیونکہ شوہر بیوی کا سر ہے جیسے کہ مسیح کلیسیا کا سر ہے اور وہ خود بدن کا

بچانے والا ہے۔ لیکن جیسے کلیسیا مسیح کے تابع ہے ویسے ہی بیویاں بھی ہر بات میں اپنے شوہروں کے تابع ہوں۔ اے شوہرو! اپنی بیویوں سے محبت رکھو جیسے مسیح نے بھی کلیسیا سے محبت کر کے اپنے آپ کو اس کے واسطے موت کے حوالہ کر دیا۔ تاکہ اس کو کلام کے ساتھ پانی سے غسل دے کر اور صاف کر کے مقدس بنائے۔ اور ایک ایسی جلال والی کلیسیا بنا کر اپنے پاس حاضر کرے جس کے بدن میں داغ یا جھری یا کوئی اور ایسی چیز نہ ہو بلکہ پاک اور بے عیب ہو۔ اسی طرح شوہروں کو لازم ہے کہ اپنی بیویوں سے اپنے بدن کی مانند محبت رکھیں۔ جو اپنی بیوی سے محبت رکھتا ہے وہ اپنے آپ سے محبت رکھتا ہے۔ کیونکہ کبھی کسی نے اپنے جسم سے دشمنی نہیں کی بلکہ اس کو پالتا اور پرورش کرتا ہے جیسے کہ مسیح کلیسیا کو۔ اس لئے کہ ہم اس کے بدن کے عضو ہیں۔ اسی سبب سے آدمی باپ سے اور ماں سے جدا ہو کر اپنی بیوی کے ساتھ رہیگا اور وہ دونوں ایک جسم ہونگے۔ یہ بھید تو بڑا ہے۔ لیکن میں مسیح اور کلیسیا کی بابت کہتا ہوں۔ بہرحال تم میں سے بھی ہر ایک اپنی بیوی سے اپنی مانند محبت رکھے اور بیوی اس بات کا خیال رکھے کہ اپنے شوہر سے ڈرتی رہے۔ (افسیوں ۵: ۲۲-۳۳ آیات)

اے بیویو! تم بھی اپنے اپنے شوہر کے تابع رہو۔ اس لئے کہ اگر بعض ان میں سے کلام کو نہ مانتے ہوں تو بھی تمہارے پاکیزہ چال چلن اور خوف کو دیکھ کر بغیر کلام کے اپنی اپنی بیوی کے چال چلن سے خدا کی طرف کھنچ جائیں۔ اور تمہارا سنگار ظاہری نہ ہو یعنی سر گوندھنا اور سونے کے زیور اور طرح طرح کے کپڑے پہننا۔ بلکہ تمہاری باطنی اور پوشیدہ انسانیت حلم اور مزاج کی غربت کی غیر فانی آرائش سے آراستہ رہے۔ کیونکہ خدا کے نزدیک

اس کی بڑی قدر ہے۔ اور اگلے زمانہ میں بھی خدا پر امید رکھنے والی مقدس عورتیں اپنے آپ کو اسی طرح سنوارتی اور اپنے اپنے شوہر کے تابع رہتی تھیں۔ چنانچہ سارہ ابراہام کے حکم میں رہتی اور اسے خداوند کہتی تھی۔ تم بھی اگر نیکی کرو اور کسی ڈراوے سے نہ ڈرو تو اس کی بیٹیاں ہوئیں۔

اے شوہرو! تم بھی بیویوں کے ساتھ عقلمندی سے بسر کرو اور عورت کو نازک ظرف جان کر اس کی عزت کرو اور یوں سمجھو کہ ہم دونو زندگی کی نعمت کے وارث ہیں تاکہ تمہاری دعائیں رک نہ جائیں۔ (۱-پطرس ۳ باب ۱ تا ۷ آیات)

مفصلہ بالا آیات سے ہی مرد اور عورت کے نکاح کی رشتہ داری کے سچے قانون وضع کئے گئے ہیں یعنی :-

(۱) مسیحی بیوی کے فرائض۔

مسیحی بیوی ہر بات میں اپنے شوہر کے تابع رہے

وہ اپنے شوہر کو اپنا سر سمجھ کر اس کی عزت کرے۔

اسے یاد رہے کہ وہ اس کے بدن کو بچانے والا ہے۔ (اس کی روح کو نہیں)

اگر وہ بے ایمان ہو۔ تو بیوی کا فرض ہے کہ اسے ایمان اور خدا کے لئے جیت لے۔

مسیحی بیوی کی خوبصورتی کا انحصار دل کی اندرونی خوبیوں پر ہے نہ کہ زیوروں۔ سنگار۔ بالوں کی آرائش اور خوبصورت کپڑوں پر۔

اندرونی خوبصورتی اچھے چال چلن۔ نیک طبیعت اور تسلی آمیز روح کی خوبصورتی ہے۔ وہ کبھی جاتی نہیں رہتی۔ بلکہ خدا کی نظر میں ہمیشہ بیش قیمت ہے۔

زوجیت کا یہ مسیحی تصور کس قدر دل آویز ہے!

(۲) مسیحی شوہر کے فرائض۔

مسیحی شوہر اپنی بیوی سے ایسی ہی محبت کرے جیسی خداوند مسیح اپنی کلیسیا سے کرتا ہے۔

وہ اپنی بیوی کی محبت میں اپنے آپ کو دے دینے بلکہ موت سے بھی دریغ نہ کرے۔ اگر وہ اپنی بیوی میں نقص یا کمزوریاں دیکھے تو اُن کی برداشت کرے اور محبت اور صبر سے اُن کو مٹانے کی کوشش کرے۔

کوئی مسیحی شوہر اپنی بیوی سے نفرت نہ کرے۔ بلکہ اُس کا فرض ہے کہ اپنے بدن کی مانند اُس کی بھی پرورش اور خبرگیری کرے۔

اس نے اپنے ماں باپ کو چھوڑ کر اپنی بیوی سے رفاقت کی ہے۔

کیونکہ بیوی ایک نازک صنف ہے۔ اس لئے وہ اُس کی طرف محتاط اور بُردبارانہ رویہ رکھے اور خاص کر اُس کی کمزوری کے موقعوں پر اُس کی خاص خبرگیری کرے اور اپنی ہر بساط تک اُس کی مدد کرے۔

کیونکہ شوہر اور بیوی دونو اکٹھے فضل کی زندگی کے وارث ہیں۔ اس لئے شوہر بیوی کی رُوحانی زندگی میں اُس کا مددگار ہو۔ دعا اور عبادت اور مسیحی گواہی میں اُس کے ساتھ شامل رہے۔

اُس کا یہ خاص فرض ہے کہ وہ اُس کے ساتھ اطمینان سے بغیر جھگڑے کے رہے تاکہ اُن کی متحدہ دعاؤں میں خلل نہ پڑے۔ مسیحی بیوی اپنے شوہر کی غلام۔ یا نوکر یا ملکیت نہیں ہے۔ بلکہ خداوند مسیح کے فضل میں اُس کی ساتھی ہے۔ اور اس لئے شوہر یہ راز سمجھ کر اُس کی مناسب عزت کرے۔

مسیحی خاندان کا یہ تصور کس قدر خوبصورت اور خوشگوار ہے۔ کیا ہمارا فرض نہیں ہے کہ ہر طرح کوشش کریں کہ مسیحی خاندانی زندگی اس سانچے میں ڈھل جائے۔

پانچواں باب

کلیسیا کے قانونِ نکاح

۱۔ طلاق کے بارے میں قانون

مسیحیوں کے درمیان نکاح کے بارے میں اپنے اوائل زمانے سے ہی کلیسیا نے قانون بنانے شروع کر دیئے۔ اور بہت سی وجوہات کے باعث کلیسیا کو ایسا کرنا پڑا۔ خُداوند مسیح کی کلیسیا اسرائیلی مذہب کے زیر سایہ پیدا ہوئی۔ اس لئے لازمی طور پر کلیسیا نے اسرائیلیوں کے بے حد منظم نکاح کے ضابطے کو منظور کرنا چاہا۔ لیکن خُداوند نے بعض اسرائیلی قانونوں سے اختلاف ظاہر کیا تھا۔ اور پوری سچائی کی خاطر اُن میں تبدیلی کر دی تھی۔ اس لئے کلیسیا کو مسیحیوں میں نکاح کے بارے میں اپنے علیحدہ قانون بنانے پڑے۔

سب کو معلوم ہے۔ کہ جن جماعتوں میں نکاح کے رشتے پر جاری قانون ڈھیلے ہوتے ہیں۔ وہاں مرد اور عورت کا تعلق خاطر خواہ نہیں ہوتا۔ اس لئے ناممکن تھا کہ غیر مہذب قومیں اور گروہ تو اس امر پر قانون بنا لیں اور مسیحی کلیسیا ایسا نہ کرے۔ خاص کر جب اسے خُدا اور خُداوند مسیح کی طرف سے

بہت اُونچا معیار عطا ہُوا تھا۔

اس سے پہلے ہم نکاح کے متعلق خُداوند مسیح اور اُس کے شاگردوں کی تعلیم کا لبِ لباب بیان کر چکے ہیں۔ اب ہم تبلائینگے کہ ان اصولوں پر کلیسیا کس طرح اپنے قانونوں میں عمل پیرا ہوئی۔

مقدس اگنیشس سنہ ۱۱۰ء سمرنا کے بشپ پولیکارپ کو لکھتا ہے۔ "نکاح کرنے والے مرد اور عورت کو مناسب ہے کہ اپنا نکاح اپنے بشپ کی منظوری سے کریں تاکہ نکاح نفسانی خواہش کے واسطے نہیں بلکہ خُداوند کی خاطر ہو۔" بشپ صاحبان کلیسیا کے رہنما تھے۔ اس لئے توقع کی جاتی تھی۔ کہ وہ کلیسیا کے قانونوں سے واقف ہونگے۔ اس لئے تاکید تھی۔ کہ نکاح کرنے والے اُن کی صلاح اجازت اور برکت حاصل کر لیں۔

ترتولین سنہ ۲۰۰ء اپنی بیوی کو لکھتا ہے۔ "کون جان سکتا ہے کہ وہ نکاح کتنی بڑی برکت والا ہے جو کہ گرجے میں باندھا گیا ہو۔ عشاء ربانی میں پختہ ہو چکا ہو۔ اور کلیسیا کی برکت کی مہر جس پر لگ چکی ہو۔ ایمانداروں کے لئے مناسب اور جائز نہیں۔ کہ نکاح خلوت میں پڑھا جائے۔ ایسے نکاح زنا اور حرامکاری کے برابر ہیں"۔

اس سے ظاہر ہے کہ شروع سے ہی کلیسیا نے قاعدہ بنا دیا۔ کہ نکاح کھلے طور پر جماعت کے سامنے پڑھا جائے۔ اور اپنے بشپ صاحب اور کلیسیا کے پاسبان کی اجازت اور برکت حاصل کی جائے۔

مسیحیت کے پہلے شریک اسرائیلی تھے۔ اور وہ اسرائیلی قانون کے ماتحت پیدا ہوئے تھے۔ جس جس اسرائیلی قانون کو خُداوند نے برطرف کر دیا۔ کلیسیا کو بھی اُس قانون کو رد کرنا پڑا۔ یہ بھی کہا گیا تھا۔ کہ جو کوئی

اپنی بیوی کو چھوڑے۔ اُسے طلاقنامہ لکھ دے" لیکن خُداوند نے اس اجازت کو حقارت سے رد کر دیا۔ اس لئے کلیسیا نے خُداوند کے حکم کو قبول کر کے طلاق بالکل ممنوع کر دیا۔ پُرانے عہدنامے میں اسرائیلیوں کے غیر قوموں سے نکاح کو بُرا کہا گیا ہے۔ اس لئے خُداوند مسیح کی کلیسیا نے ایک مسیحی کے غیر مسیحی سے نکاح کی مناہی کر دی۔ اس طور چند ضروری تبدیلیوں کے ساتھ کلیسیا نے اسرائیلیوں کے قانون اختیار کر لئے۔

غیر اسرائیلی قومیں رُومی قانون کے ماتحت تھیں۔ اس لئے جب اُن کے شرکا مسیحی ہوئے۔ تو وہ رُومی باشندے ہونے کی وجہ سے ملکی قانون کے ماتحت تھے اور مسیحی ہونے کی حیثیت سے کلیسیائی قانون کے ماتحت۔ اس طرح اُن پر دو قانون عائد تھے۔

جب کسی مُلک نے مسیحی مذہب کو سرکاری مذہب قرار دیا۔ تو کلیسیا کے قانون مُلک کے قانون بن گئے۔ یا دوسرے لفظوں میں حکومت وقت نے مسیحیوں کے لئے لازمی ٹھہرایا کہ وہ کلیسیا کے قانونوں پر عمل کریں۔ انگلستان اور رُوما میں کئی صدیوں تک حکومت کلیسیا کے قانون مانتی اور اُن پر عمل کرواتی رہی۔ اور آج کل بھی یونانی اور تھوڈوکس کلیسیا کا یہی ہے۔

کلیسیا کا قانونی ضابطہ مختلف کلیسیائی قانونوں سے اخذ کیا گیا ہے بعض قانون کلیسیا کی مسلّم مجلسوں ( ) نے بنائے۔ بعض پوپ صاحبان نے جاری کئے جو کہ رُوم کے صدر بشپ صاحب ہوتے تھے۔ چند قانون کلیسیا کے بزرگوں نے مقرر کئے۔ بعض کا منبع رُومی قانون ہے اور بعض اسرائیلی کلیسیا کے رسوم سے لئے گئے تیرھویں صدی میں ان سب

کو جمع کر کے کلیسیا کا ضابطہ قانون قائم کیا گیا۔

یہ قانون تین مضامین پر حاوی ہیں۔ (الف) طلاق کے متعلقہ قانون۔ (ب) نکاح کی رسم۔ (پ) ممنوع رشتوں اور ناتوں کے متعلق قانون۔

(الف) طلاق کے متعلق قانون

کیا مسیحی نکاح کبھی ٹوٹ سکتا ہے؟ اور اگر ٹوٹ سکتا ہے تو کب؟ کیا طلاق کے بعد دوسرا نکاح ہو سکتا ہے۔ پہلی چار صدیوں میں ان سوالوں کا جواب کلیسیا نے یوں دیا۔ کہ سوائے موت کے مسیحی نکاح ہرگز ٹوٹ نہیں سکتا۔ لیکن اگر شوہر یا بیوی زناکاری کی مرتکب ہو تو فریقین کے لئے علاحدہ علیحدہ رہنے لگنا جائز ہے۔ لیکن جب قصوروار فریق توبہ کرے تو بے گناہ فریق کا فرض ہے کہ وہ معافی دے کر پھر رفاقت کر لے۔ دوسری صدی کی ایک مشہور کتاب "چوپان نامی" مرقومہ ہرماس ۱۵۰ء میں مفصلہ ذیل گفتگو اس اوائل زمانے کے رواج کو ظاہر کرتی ہے۔ میں نے کہا۔ کہ جناب اگر کسی شخص کی بیوی خُداوند میں ایماندار ہو۔ اور وہ زنا میں پکڑی جائے اور شوہر اُس کے ساتھ برابر رہتا رہے۔ تو کیا وہ گناہ کریگا؟" چوپان نے جواب دیا "اگر اُسے علم نہ ہو۔ تو وہ گناہگار نہیں۔ لیکن اگر شوہر کو اپنی بیوی کے گناہ کا پتہ ہو۔ اور وہ توبہ نہ کرے۔ بلکہ اپنی حرامکاری کو جاری رکھے۔ اور شوہر اُس کے ساتھ برابر رہتا چلا جائے وہ اپنی بیوی کے گناہ اور اُس کے زنا کا شریک ہے"۔ میں نے کہا "کہ اگر بیوی اپنے چلن سے باز نہ آئے۔ تو شوہر کیا کرے؟" اس نے جواب دیا "اُسے علیحدہ کر دے۔ اور آپ الگ رہے۔ لیکن اگر وہ اسے الگ کر کے دوسرا نکاح کرے۔ تو وہ بھی زنا کرتا ہے"۔ میں نے کہا کہ "بالفرض علیحدہ کئے جانے کے بعد بیوی اپنے گناہ سے توبہ کر لیتی ہے۔ اور اپنے شوہر

کے پاس واپس آنا چاہتی ہے۔ تو کیا اُسے واپس نہ لیا جائے۔ اُس نے کہا "ضرور۔ اگر شوہر اُسے واپس نہ لے تو وہ گناہ کرتا ہے۔ اور ایک بڑے گناہ کا مرتکب ہوتا ہے۔ توبہ کرنے والے کو واپس لینا لازمی ہے۔ اس لئے اپنی بیوی کے توبہ کرنے کی خاطر شوہر دوسرا نکاح نہ کرے"۔

ہرماس اور پہلے زمانے کے مصنف ایسی جُدائی کو صحیح معنوں میں طلاق نہ سمجھتے تھے۔ کیونکہ بے گناہ فریق کو دوسرا نکاح کرنے کی اجازت نہ تھی۔ تاکہ گناہ کرنے والے کے لئے توبہ اور پھر واپس آنے کا دروازہ کھلا رہے۔ "چوپان" شروع کی کلیسیا میں بہت عزت کی نگاہ سے دیکھی جاتی تھی۔ اور بعض شروع کے نسخوں میں اُسے مقدس کلام کے ساتھ ہی رکھا گیا تھا۔ بلکہ کلام کا حصّہ سمجھا جاتا تھا۔ اس لئے ہم نتیجہ نکالنے میں حق بجانب ہیں کہ پہلی چار صدیوں میں ہرماس کی ان ہدایات کو بااختیار مانا جاتا تھا۔

کانسٹنٹائن شہنشاہ چوتھی صدی میں مسیحی ہُوا۔ اور نکاح کے ملکی قانون میں مسیحی اصولوں سے آہستہ آہستہ انحراف ہونے لگا۔ اور افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ آہستہ آہستہ کلیسیا حکومت کے سامنے دب گئی اور مسیحی معیاروں میں کمی ہوئی گئی۔ مثلاً رومی قانون کے مطابق نکاح کے لئے باہمی رضامندی ضروری عنصر تھا۔ اس لئے اُس قانون میں علیحدگی کے لئے بھی صرف باہمی رضامندی کافی سمجھی گئی۔ مشرقی کلیسیاؤں نے اس طور بعض اہم وجوہات میں طلاق کی اجازت دے دی اور طلاق کے بعد دوسرا نکاح بھی جائز قرار دے دیا۔ لیکن مغربی کلیسیا نے اپنے سخت قانون کو ہاتھ سے نہ جانے دیا۔ ۱۸۵۷ء تک انگلستان میں قانوناً طلاق ممکن نہ تھا۔

لیکن ۱۸۵۷ء میں قانونِ طلاق منظور ہوا جس کی رُو سے زنا کی بناء پر طلاق کی اجازت ہو گئی اور طلاق کے بعد دوسرا نکاح بھی جائز قرار دیا گیا مگر قانون نے مان لیا۔ کہ کلیسیائے انگلستان کا کوئی خادم الدین ایسا دوسرا نکاح پڑھانے پر مجبور نہیں کیا جا سکتا۔ اس طور اگرچہ حکومت کے قانون نے طلاق اور دوبارہ نکاح ممکن بنا دئے۔ کلیسیا اپنے قانون پر برابر قائم رہی۔

کلیسیائے انگلستان کی پاک نکاح کی رسم عبادت میں واضح اور صاف ہے کہ نکاح کبھی ٹوٹ نہیں سکتا "کیا تو اس عورت کو اپنی بیاہتا بیوی ہونے کے لئے قبول کرتا ہے۔ تاکہ خُدا کے حکم کے موافق نکاح کی پاک حالت میں اس کے ساتھ زندگی بسر کرے"۔ "کیا تو اس مرد کو اپنا شوہر ہونے کے لئے قبول کرتی ہے تاکہ ... اس کے ساتھ زندگی بسر کرے"۔ "میں تجھ کو اپنی بیاہتا بیوی ہونے کے لئے قبول کرتا ہوں ... جب تک موت ہم کو جُدا نہ کرے"۔ "میں تجھ کو اپنا شوہر ہونے کے لئے قبول کرتی ہوں .... جب تک موت ہم کو جُدا نہ کرے"۔ "جنہیں خُدا نے جوڑا ہے (جنہیں آدمی جُدا نہ کرے"۔ اور پھر دُعا میں یہ الفاظ پائے جاتے ہیں۔ "اے رحیم خُداوند ... تُو نے سکھلایا۔ کہ جنہیں ہیں نے نکاح کے وسیلے سے ایک کیا اُن کو جُدا کرنا کبھی جائز نہ ہوگا"۔

اس طور مسیحی کلیسیا کی تعلیم کسی شک کی گنجائش نہیں چھوڑتی کہ موت کے سوا نکاح کبھی ٹوٹ نہیں سکتا۔ ۱۹۳۰ء میں لمبتھ کانفرنس نے مفصلہ ذیل قراردادیں منظور کیں۔

[1] اس کانفرنس میں کلیسیائے انگلستان اور اس کی ملحقہ کلیسیاؤں کے سب بشپ صاحبان اکٹھا ہو کر جمع ہوتے ہیں اور کلیسیائی معاملات پر باہمی مشورہ اور غور و فکر کرتے ہیں۔ عموماً یہ کانفرنس دس سال کے بعد ہوتی ہے۔

(۱) کیونکہ سوائے حرامکاری یا زنا کے خُداوند مسیح کے الفاظ صاف اور صریحاً طلاق کی ممانعت کرتے ہیں۔ اس لئے مسیحی کلیسیا تسلیم نہیں کر سکتی کہ سوائے ان وجوہات کے طلاق ممکن ہو سکتا ہے۔ اور نہ ہی منظوری دے سکتی ہے کہ طلاق شدہ فریقین میں سے کوئی دوسرے فریق کے حینِ حیات کے دوران میں دوسرا نکاح کر سکتا ہے۔

(۲) اگر حرامکاری یا زنا کی وجہ سے طلاق ہو جائے۔ تو جب تک بے گناہ فریق زندہ رہے۔ گناہگار فریق اس قابل نہیں سمجھا سکتا کہ وہ کسی حالت میں بھی نکاح میں کلیسیا کی برکت حاصل کرے۔

(۳) ہمیں اعتراف ہے۔ کہ اس امر پر کلیسیا میں ہمیشہ اختلاف رائے رہا ہے۔ کہ اگر زنا یا حرام کاری کی وجہ سے طلاق ہو جائے تو بے گناہ فریق دوسرا نکاح کرنے کا مجاز ہے یا نہیں۔ اس لئے یہ کانفرنس سفارش کرتی ہے۔ کہ اگر بے گناہ فریق کچہری کے ذریعے دوسری شادی کرے۔ تو انہیں پاک عشاء میں شامل ہونے سے روکنے کی ہدایات نہ جاری کی جائیں۔

سن ۱۹۲۰ء میں ان قراردادوں کا پھر ان الفاظ میں اعادہ کیا گیا۔

کانفرنس پھر اعلان کرتی ہے۔ کہ نکاح کے متعلق خُداوند کا معیار اور اصول تھا۔ کہ وہ زندگی بھر کا رشتہ ہے۔ جو کبھی ٹوٹ نہیں سکتا۔ بھلائی اور برائی میں۔ جب تک موت جدا نہ کرے۔ کوئی اس میں خلل انداز نہیں ہو سکتا۔ اس لئے یہ کانفرنس سب مسیحیوں کو تاکید کرتی ہے کہ وہ اس معیار پر گواہی دیں اور اُسے برقرار رکھیں۔

تاہم اس کانفرنس کو اعتراف ہے کہ ہماری شراکت کے اندر کسی مُلک یا علاقے کی کلیسیا کو حق حاصل ہے۔ کہ وہ اُس صورت کے متعلق اپنا رویہ خُود

اختیار کرے اور قاعدے بنالے۔ مقدس متی کی انجیل میں مذکورہ خُداوند کے الفاظ کے مطابق اس اصول سے مستثنےٰ ہے۔

اور کانفرنس تسلیم کرتی ہے۔ کہ حکومتوں کو اپنے شہریوں کے لئے نکاح کے قانون بنانے میں بہت سی مشکلاتوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ کیونکہ اُن میں بہت سارے مسیحی معیار کو قبول نہیں کرتے۔ تاہم اس کانفرنس کی یہ اتفاق رائے ہے کہ ہر مُلک میں کلیسیا کو آزادی ہونی چاہیئے۔ کہ وہ اس معیار پر اپنی گواہی دے۔ اور اپنے شرکاء میں اپنے نظام کی طاقت سے اپنا انضباط قائم رکھے۔

سن ۱۹۳۰ء میں اس اصول کی مزید تائیدیں کی گئی۔

کانفرنس کی پختہ رائے ہے کہ کلیسیا طلاق اور ایسے دوسرے اُمور کا جو عورتوں کی حفاظت اور خاندان کی برقراری کے منافی ہوں فیصلہ کرتے ہوئے مسیحی معیار کو برابر اپنے سامنے رکھے رہیں اور خُداوند کے الفاظ کو کبھی نہ بھولیں۔ کہ جنہیں خُدا نے جوڑا ہے آدمی اُنہیں جُدا نہ کریں۔ اس لئے یہ کانفرنس پھر اعلان کرتی ہے کہ ہمارے خُداوند کا نکاح کے متعلق اصول اور معیار یہی ہے۔ کہ وہ زندگی بھر کا نہ ٹوٹنے والا رشتہ ہے۔ کہ وہ دونوں طرف بُرائی اور بھلائی میں ایک عورت کا ایک مرد سے رشتہ ہے جس میں اور کوئی خلل انداز نہیں ہو سکتا۔ یہ کانفرنس تمام مسیحیوں کو تاکید کرتی ہے کہ وہ اس معیار پر قائم رہیں اور اس پر گواہی دیں طلاق کی حالت میں۔

الف۔ یہ کانفرنس اپنی شراکت کی مُلکی یا علاقہ کی کلیسیاؤں کے دستورِ عمل پر اثر انداز ہوئے بغیر سفارش کرتی ہے کہ اگر ایک شخص کا دوسرا فریق زندہ ہو۔ تو اس کا دوسرا نکاح کلیسیائی رسوم سے نہ باندھا جائے۔

(ب) اگر بے گناہ فریق کچہری کے ذریعے دوسرا نکاح کرے۔ اور پاک عشاء لینا چاہے تو اس کے متعلق بشپ صاحب کو مطلع کر دیا جائے۔ تاکہ وہ غور کر سکیں

اور اپنا فیصلہ کر سکیں کہ کیا اُسے اُس کلیسیا کے مروجہ قانون کے ماتحت پاک عشاء میں شامل کیا جائے یا نہ۔

(ج) آخر میں یہ کانفرنس توجہ دلاتی ہے۔ کہ کلیسیا کبھی اُس ذمہ داری سے سبکدوش نہیں ہو سکتی جو کہ اُسے اُن لوگوں کی رُوحانی بہتری کے لئے حاصل ہے جو کہ اس یا دوسری باتوں میں اعلےٰ معیار سے نیچے گر گئے ہوں۔ یاد رکھنا ضروری ہے۔ کہ ذاتی اور مجلسی طور پر کلیسیا کا مقصد ہے کہ خُدا سے ملاپ اور گناہوں سے مخلصی ہو۔ اس لئے کانفرنس بشپ صاحبان، اور خادم الدینوں سے پُر زور کہتی ہے۔ کہ وہ اس مقصد کو ہمیشہ پیشِ نظر رکھیں۔

ہندوستان کی کلیسیا کی ایپسکوپل سنڈ (بشپوں کی مجلس) نے گنہگار اور بے گناہ فریق کے متعلق کوئی فرق کرنا مناسب نہیں سمجھا۔ بلکہ اُس نے قرار دیا ہے کہ توبہ کرنے پر گنہگار فریق کا بھی حق ہے کہ بے گناہ کی طرح اس کے ساتھ ویسا ہی منصفانہ سلوک ہو۔

ہر مُلک میں بہت سے ایسے نام نہاد مسیحی ہوتے ہیں۔ جو کہ خُداوند مسیح یا اُس کے شاگردوں کی تعلیم کو اپنی زندگی کا قانون نہیں مانتے۔ حکومت کا فرض ہے۔ کہ سوسائٹی کے تسلیم کردہ اخلاقی معیار کے مطابق اُن کی ضروریات پُورا کرے۔ لیکن۔ کلیسیا اپنے خُداوند کے سامنے ذمہ دار ہے۔ وہ اپنی دنیوی زندگی کھونے کے لئے تو تیار ہو سکتی ہے۔ لیکن خُداوند کے اصولوں کو نہیں چھوڑ سکتی۔ ہر زمانے اور ہر مُلک میں دباؤ ڈالا جاتا ہے۔ کہ طلاق اور اُس کے بعد دوبارہ نکاح کے لئے آسانی ہونی چاہیئے۔ مغرب میں بعض مسیحی کہلانے والوں نے ایسے قانون بنا بھی دئے ہیں۔ لیکن تمام ذی فہم لوگ سمجھتے ہیں۔ کہ لوگوں کے ہر طبقے کے لئے خوشی بھری خاندانی زندگی کو برقرار نہیں رکھا جا سکتا جب تک پاک نکاح کی تقدیس اور سلامتی

کے برخلاف حملوں کو روکا نہ جائے۔

ہندوستانی خاص کر ہندو نکاح ٹوٹنے کے حق میں نہیں۔ اور اُن جماعتوں کو حقارت کی نظر سے دیکھا جاتا ہے جن میں یہ رواج ہے۔ ایسے مُلک میں کلیسیا پر لازمی ہے کہ وہ برابر گواہی دیتی جائے۔ کہ نکاح زندگی بھر کا رشتہ جو کبھی ٹوٹ نہیں سکتا۔ اور اپنے لئے کوئی ایسا معیار قبول نہ کرے جو اعلےٰ درجے سے ذرا بھی نیچے گرا ہو۔

پوچھا جائیگا۔ کہ اگر ایک نو مرید مسیحی ہونے سے پہلے نکاح کر چکا ہو۔ تو کیا وہ نکاح ٹوٹ سکتا ہے یا نہیں۔ اگر دو شخص ہندو رسم و رواج سے نکاح کر چکے ہوں اور ان میں سے ایک مسیحی ہو جائے۔ تو کیا وہ اپنے پہلے نکاح کو فسخ سمجھ کر دوسرا نکاح کر لے۔ یا اگر غیر مسیحی فریق ساتھ رہنے کے لئے رضامند ہو۔ تو کیا مسیحی کے لئے غیر مسیحی فریق کے ساتھ رہتے چلے جانا مناسب ہے؟ اکرنتھیوں کے ۷ باب ۱۲ تا ۱۵ آیات میں مقدس پولوس ان سوالات کا جواب دیتے ہیں۔

"اگر کسی بھائی کی بیوی بے ایمان ہو۔ اور اُس کے ساتھ رہنے کو راضی ہو۔ تو وہ اُس کو نہ چھوڑے"۔ (۱۲ آیت)

"جس عورت کا شوہر بے ایمان ہو اور اُس کے ساتھ رہنے کو راضی ہو۔ تو وہ شوہر کو نہ چھوڑے" (۱۳ آیت)

"جو شوہر بے ایمان ہے وہ بیوی کے سبب سے پاک ٹھہرتا ہے۔ اور جو بیوی بے ایمان ہے وہ مسیحی شوہر کے باعث پاک ٹھہرتی ہے۔ ورنہ تمہارے فرزند ناپاک ہوتے ہیں۔ مگر اب وہ پاک ہیں" (۱۴ آیت)

"لیکن مرد جو بے ایمان ہو اگر وہ جُدا ہو تو جُدا ہونے دو۔ ایسی حالت میں کوئی بھائی یا بہن پابند نہیں۔ اور خُدا نے ہم کو میل ملاپ کے لئے بُلایا ہے" (۱۵ آیت)

"تجھے کیا خبر ہے کیا شاید تو اپنے شوہر کو بچا لے؟ اور اے مرد! تجھے کیا خبر ہے کہ شاید تو اپنی بیوی کو بچا لے؟" (۱۶ آیت)

ان آیات میں وہ بنیادی اصول مندرج ہیں۔ جن پر کلیسیا کے قانون کی بنا رکھی گئی ہے۔ یعنی :۔

(۱) مسیحی نو مرید کے لئے مناسب اور ٹھیک ہے کہ مسیحی ہو جانے کے بعد اپنی غیر مسیحی بیوی سے نکاح کے رشتے میں رہتا چلا جائے۔ اگر دونو بپتسمہ پا لیں۔ تو کلیسیا ان کے پہلے نکاح کی تقدیس کر دیتی ہے اور اُس کے نکاح کا درجہ مسیحی بن جاتا ہے۔

(۲) اگر شوہر مسیحی ہو جائے۔ اور بیوی نہ ہو۔ یا بیوی مسیحی ہو جائے اور شوہر نہ ہو۔ تو وہ اپنا نکاحی رشتہ جاری رکھ سکتے ہیں۔ صرف ایک فریق کے مسیحی ہو جانے سے ایک دوسرے سے علیحدہ ہونا مناسب نہیں ہے۔

(۳) اگر شوہر نے اپنا مذہب نہ بدلا ہو۔ اور وہ اپنی بیوی کے ساتھ جو مسیحی ہو گئی ہو رہنا نہ چاہتا ہو۔ اور یا رہنا تو چاہتا ہو۔ لیکن اُسے اپنے ایمان سے انکار کرنے پر مجبور کرتا ہو۔ یا بد اخلاقی کے فعل کرتا ہو۔ تو اُن حالات میں بیوی علیحدہ ہو سکتی ہے اور مقرر کچہری کے ذریعے طلاق حاصل کر کے دوسری شادی کر سکتی ہے اور اُس کا نکاح گرجا گھر میں خادم الدین پڑھ سکتا ہے۔

(۴) اگر غیر مسیحی فریق نو مرید کے ساتھ برابر رہتا ہے۔ اور اُسے اپنا ایمان چھوڑنے پر مجبور نہ کرے اور بد اخلاقی کے فعل نہ کرے تو مسیحی فریق کا فرض ہے کہ وہ اس ملاپ کو جاری رکھے اور علیحدگی کی جستجو نہ کرے۔

(۵) اگر ایک دفعہ مسیحی فریق کے ساتھ رہتے جانے پر رضامند ہو جائے۔ تو اُن کا نکاح گویا مسیحی درجہ حاصل کر گیا۔ اور اُس کے بعد اُن کا نکاح ٹوٹ نہیں سکتا۔

(۶) اگر بپتسمہ کے بعد دو شخص بطور شوہر اور بیوی کے رہتے رہیں۔ اور

بعد ازاں اُن میں سے ایک مسیحی مذہب کو چھوڑ دے۔ تو مسیحی فریق دوسرا نکاح نہیں کر سکتا۔ جب تک کہ اُس کا پہلا ساتھی مر نہ جائے۔ مگر اگر غیر مسیحی فریق اپنے مذہب کے مطابق دوسرا نکاح کرے۔ اور غیر مسیحی رہتے ہوئے اولاد پیدا کرے۔ تو مسیحی فریق کو بھی دوسرا نکاح کرنے کی اجازت ہو سکتی ہے لیکن ایسی حالت میں نکاح باندھنے سے پہلے خادم الدین کو اپنے بشپ کی اجازت لے لینی چاہیئے۔

(۷) اگر بپتسمہ سے پہلے دو فریق اپنے فرقے کے دستور کے موافق اپنا نکاح فسخ کرا لیں۔ تو دونو کو اپنا اپنا دوسرا نکاح کرنے کا مجاز ہے۔ لیکن سفارشاً یہ بتلانا ضروری ہے۔ کہ ایسا نکاح بپتسمہ سے پہلے فسخ ہو جانا چاہیئے۔ لیکن بپتسمہ کے بعد طلاق کچہری کے ذریعے ہی حاصل کیا جائے۔

(۸) یہ قاعدہ کہ ایک فریق کے مسیحی ہو جانے کے بعد بھی نکاح قائم رہتا ہے۔ صرف اُس حالت پر عائد ہوتا ہے جبکہ صرف مرد کی ایک بیوی ہو اور بیوی کا صرف ایک شوہر۔ مسیحی شوہر کو ہرگز بیوی کے ساتھ رہنا منظور نہ کرنا چاہیئے۔ اگر اُس کا ایک دوسرا شوہر بھی ہو۔ لیکن مسیحی بیوی کی مرضی پر ہے خواہ وہ اپنے ایک سے زیادہ بیویاں رکھنے والے شوہر کے ساتھ رہتی رہے یا اُس سے علیحدگی حاصل کر لے۔

گزشتہ چھ صدیوں سے سب کلیسیائیں ان قاعدوں پر عمل درآمد کر رہی ہیں۔ اور ہندوستان میں کلیسیا کا بھی یہی قانون ہے۔

مسیحی نکاح پاک رسم ہے۔ اس لئے ہندوستانی مسیحی خادم الدینوں اور رہنماؤں کا فرض ہے۔ کہ مسیحی معیار کو نیچا نہ ہونے دیں۔ کلیسیا نے اپنے قانون کسی خاص ملک کے دستورات اور رواج کے مطابق نہیں بنائے۔ بلکہ اُن کی بنیاد اُن اصولوں پر ہے جو کہ مقدس کتاب میں ہمیں دئے گئے ہیں۔

اور سوسائٹی کی بہتری اور کلیسیا کے حق پر گواہی کا انحصار ان قانونوں پر ہی ہے۔ حکومت ایمان نہ رکھنے والوں کے لئے بھی قانون بنا سکتی ہے لیکن کلیسیا خدا کے کلام سے منحرف نہیں ہو سکتی۔

Rev Michael Joseph. Cell # 92 300 7233 854.
yscaljesus@gmail.com
vesmicheal@yahoo.co.uk
Evenglist Yousaf Masih.
Cell # 92 300 7233 853.

چھٹا باب

کلیسیا کے قانونِ نکاح

نکاح کے رسم و رواج کے متعلق قانون

مسیحی نکاح کی پاکیزگی کو محفوظ رکھنے کے لئے کلیسیا نے مسیحی نکاح کے رسم و رواج کے متعلق بھی قانون بنائے ہیں۔

(الف) رضامندی۔ سب سے اوّلین باہمی رضامندی کا قانون ہے۔ مسیحی روایات کے مطابق باہمی رضامندی نکاح کا ضروری جزو ہے۔ اگر ایک بھی فریق نکاح کے لئے اپنی رضامندی آزادانہ ظاہر نہ کرے تو وہ نکاح گویا باندھا ہی نہیں گیا۔ رضامندی آزادانہ اور ارادتاً دی جانی چاہئے۔ یہ پابندی نہ تو نئے عہد نامہ میں پائی جاتی ہے۔ اور نہ ہی خداوند نے اپنے الفاظ سے اُسے عائد کیا ہے۔ لیکن یہ قدرت کے نظام کے تقاضا نے ضروری ٹھہرائی ہے جہاں تک ہمارا علم جاتا ہے۔ زندہ جانور بھی باہمی رضامندی کے بغیر کبھی جفت نہیں کرتے۔ انسان تو روح اور عقل کا مالک ہے۔ اس لئے اُس کے لئے تو باہمی رضامندی لازمی شرط ٹھہرتی ہے۔

کلیسیا کا یہ دستور قدیمی رومی قانون پر مبنی ہے۔ اور باہمی رضامندی کے اصول کو کلیسیا نے متفقہ رائے سے منظور کیا ہے۔ اور ایک بھی مسلمہ مسیحی مصنف ایسا نہیں

جس نے اس اصول سے اختلاف ظاہر کیا ہو۔ اس لئے ہر کلیسیا کی نکاح کی رسم میں باہمی رضامندی جماعت کے سامنے دی جاتی ہے۔

کلیسیائے متحدہ کی رسم نکاح کی ترتیب بھی اس اصول پر یوں عمل ہوتا ہے۔ خادم الدین مرد سے پوچھتا ہے "کیا تو اس عورت کو اپنی بیاہتا بیوی ہونے کے لئے قبول کرتا ہے۔ تاکہ خدا کے حکم کے موافق نکاح کی پاک حالت میں اس کے ساتھ زندگی بسر کرے؟ کیا تو اس سے محبت رکھیگا۔ اُسے تسلی دیگا۔ اُس کی عزت کریگا۔ اور بیماری اور تندرستی میں اُس کی خبر گیری کریگا۔ اور جب تک تم دونوں زندہ رہو۔ اور سبھوں کو چھوڑ کر صرف اسی سے کام رکھیگا" مرد جواب دے "مجھے منظور ہے"۔ اسی طرح خادم الدین عورت سے پوچھتا ہے "کیا تو اس مرد کو اپنا شوہر ہونے کے لئے قبول کرتی ہے۔ تاکہ خدا کے حکم کے موافق نکاح کی پاک حالت میں اُس کے ساتھ زندگی بسر کرے۔ کیا تو اُس کے حکم میں رہیگی۔ اُس کی خدمت کریگی۔ اُس سے محبت رکھیگی۔ اُس کی عزت کریگی اور بیماری اور تندرستی میں اُس کی خبر گیری کریگی اور جب تک تم دونوں زندہ رہو اور سبھوں کو چھوڑ کر صرف اسی سے کام رکھیگی"۔ تو عورت جواب دے "ہاں۔ مجھے منظور ہے"۔ جب دونوں فریق اس طور علانیہ اپنی رضامندی ظاہر کر چکے ہیں تب ہی خادم الدین اُن سے نکاح کا عہد و پیمان کرواتا ہے۔

پچھلے زمانے میں اور بہت سی حالتوں میں اب بھی۔ ہندوستانی والدین اپنے بچوں کے نکاح کا انتظام خود کرتے ہیں۔ اور اُن کی باہمی رضامندی کو بالکل غیر ضروری سمجھتے ہیں۔ موجودہ حالات کا تقاضا ہے کہ دوسری معاشری رسوم کی طرح اس رویہ میں بھی تبدیلی ہو۔ تعلیم۔ شخصی حقوق کا علم۔ اور نوجوانوں کی اقتصادی آزادی وغیرہ ایسے عنصر ہیں جن سے متاثر ہو کر اولاد

خاموشی سے محض رسمی رضامندی دینے پر صابر نہیں ہوتی۔ مسیحی والدین کا فرض ہے کہ وہ اس تبدیلی حالات کی ماہیت کو سمجھیں۔ اور ایسا انتظام کریں۔ کہ نوجوان لڑکا اور لڑکی جن کی آئندہ زندگی کا انحصار نکاح پر ہے۔ کلیسیا کے قانون کے مطابق آزادانہ۔ سمجھ سے اور ارادتاً اپنی رضامندی دیں اور خوشی سے زندگی بھر ایک دوسرے کی رفاقت میں زندگی بسر کرنا منظور کریں۔

ہمارے سننے میں آیا ہے کہ ایک موقع پر ایک نوجوان عورت نے نکاح کی رسم کے ادا ہوتے وقت خادم الدین کے سوال کے جواب میں برملا کہہ دیا۔ کہ "میں منظور نہیں کرتی"۔ رسم کی ادائگی وہیں بند ہو گئی اور خادم الدین اپنے کمرے میں واپس چلے گئے۔ تھوڑے عرصہ کے بعد اپنے والدین اور رشتہ داروں کی گالیوں۔ دھمکیوں اور غصے سے دب کر اس لڑکی نے "ہاں" میں جواب دینا مان لیا۔ اور جب دوبارہ خادم الدین نے مقررہ سوال پوچھا۔ تو جواب ملا۔ کہ "میں منظور کرتی ہوں"۔ بعد میں جب ضیافت کا وقت آیا تو دلہن گم ہو گئی۔ اور وہ نکاح کبھی مکمل نہ ہو سکا اور یہ فیصلہ ہونا پڑا کہ شروع سے ہی یہ نکاح ناجائز تھا۔

جنوبی ہندوستان میں اس قسم کی ایک اور مثال ملتی ہے۔ کہ پہلی پکار دیئے جانے کے وقت عورت نے کھڑے ہو کر پکار پر اعتراض کیا اور پکار اُسی وقت بند کر دی گئی۔ اس زمانے میں عورتیں بجا طور پر اپنے حقوق پر زور دے رہی ہیں اور جبر کا پرانا طریقہ کبھی کامیاب نہیں ہو سکتا۔ تجربہ بتلاتا ہے کہ جب دو نوجوانوں کا نکاح ان کی رضامندی کے بغیر کر دیا جائے تو کئی دفعہ اس سے خاندان کو سخت نقصان پہنچتا ہے۔ والدین۔ خادم الدین اور ہاسٹل سکولوں کے ذمہ دار افسران کا فرض ہے کہ وہ پہلی پکار سے پہلے تسلی کر لیں کہ دونوں اور خاص کر لڑکی نے اپنے زندگی کے رفیق کو اچھی طرح سے جان لیا ہے اور ایک دوسرے کے ساتھ نکاح

بندھوانے پر پُورے طور سے رضامندی دے دی ہے۔

(ب) اعلان

شروع سے ہی کلیسیا اصرار کرتی آئی ہے۔ کہ ہر نکاح کا اعلان ہونا چاہئے اور ترتولین کے زمانے (سنہ ۲۰۰) سے اس اصُول پر برابر عمل ہوتا چلا آیا ہے۔ اس نے تعلیم دی کہ خُفیہ شادی حرامکاری کے برابر ہے۔ وہ کہتا ہے "ہمارے ہاں خُفیہ تعلق یعنی ایسا نکاح جو کھُلے طور پر کلیسیا کے سامنے نہ باندھا گیا ہو۔ زناکاری اور حرامکاری ٹھہرایا جا سکتا ہے۔ اس لئے اُس سے خبردار رہنا چاہئے"۔

اسی اصول کے مطابق نکاح سے پہلے گرجے میں پُکار دی جاتی ہے۔ یا گرجے کے باہر اشتہار لگایا جاتا ہے۔ پکار سُننے والوں یا اشتہار پڑھنے والوں کا فرض ہے کہ اگر فریقین ایک دوسرے سے ممنوع رشتہ یا ناتا رکھتے ہوں یا اُن میں کسی کا پہلے نکاح ہو چکا ہو اور پہلے نکاح والا رفیق ابھی تک زندہ ہو تو وہ خادم الدین کو مطلع کر دیں

نیز کلیسیا کا قانُون حُکم دیتا ہے "کہ نکاح صرف اُس گرجے میں پڑھا جا سکتا ہے جس میں پُکار دی گئی ہو اور ہرگز کسی اور جگہ پر نہیں" اس سے مُراد ہے کہ تصدیق ہو جائے کہ نکاح یقیناً اُن ہی دو شخصوں میں باندھا گیا ہے۔ جن کے متعلق پُکار کی گئی تھی۔ اور یہ سمجھا گیا تھا۔ کہ کلیسیا اُن سے واقف ہے۔ اگر کسی شخص کے نکاح کی پُکار دی جائے جو کہ اُس کلیسیا کا شریک نہ ہو تو پُکار سے پہلے کم از کم پندرہ دن اُسے اُس کلیسیا میں رہنا ضروری ہے۔

(ج) خادم الدین کی برکت

مُدت سے کلیسیا کا قاعدہ چلا آیا ہے کہ جائز نکاح کے لئے نہ صرف فریقین کی باہمی رضامندی بلکہ خادم الدین کی برکت بھی ضروری ہے۔ ہم ترتولین کے الفاظ پہلے

درج کر چکے ہیں یعنی کہ "کون جان سکتا کہ وہ نکاح کتنی بڑی برکت والا ہے۔ جو کہ گرجے میں باندھا گیا ہو عشائے ربانی میں پختہ ہو چکا ہو اور کلیسیا کی برکت کی مُہر جس پر لگ چکی ہو"۔

ایک نقطۂ نگاہ سے نکاح رضامند شخصوں کے درمیان ایک معاہدہ ہے۔ جس سے وہ مل کر ایک نئے خاندان کی بُنیاد ڈالتے ہیں۔ وہ اس طور دو نو خود اس سکرامنٹ کے دینے والے ہیں۔ اور اُس سکرامنٹ کے لئے خادم الدین کی برکت ضروری نہیں۔ خادم الدین صرف ایک گواہ ہے اور شاید اُسے سب سے بڑا گواہ قرار دیا جا سکتا ہے۔ ہمارا یہ بیان نکاح کے بُنیادی اصولوں کے مطابق ہے۔

تو بھی تقریباً شروع سے ہی دستور چلا آیا ہے کہ نکاح کی رسم کے لئے کلیسیا کی دعائیں اور خادم الدین کی برکت ضروری عنصر ہیں۔ اور یہ دستور ہندوستانی تجربے کے عین مواقف ہے۔ کیونکہ اس مُلک میں نکاح ہمیشہ مذہبی رسُوم سے باندھا جاتا ہے۔ اور فریقین اپنا عہد پیمان اور نکاح کے نشانوں کا تبادلہ ہمیشہ اپنے مذہبی پیشوا کے سامنے کرتے ہیں۔ اس لئے اس مُلک میں بہت ہی ضروری ہے۔ کہ مسیحی اپنا نکاح مذہبی رسُومات سے بندھوائیں اور کچہری میں ہرگز نکاح کے لئے نہ جائیں۔

(د) عُمر

اگر باہمی رضامندی نکاح کا ضروری جُزو ہے تو نتیجہ صاف ہے۔ کہ مسیحی نکاح تب ہی باندھا جا سکتا ہے جب دونو فریق ایسی عُمر کے ہوں۔ کہ وہ قانوناً رضامندی دینے کے اہل ہوں۔ انڈین کرسچن میرج ایکٹ (قانون نکاح مسیحیان ہند) کے بموجب جب کوئی نابالغ

ہو۔ تو اُس کے والدین یا سرپرستوں کی اجازت ضروری ہے اور شاردا قانون کے مطابق اگر مرد کی عمر اٹھارہ سال اور عورت کی عمر چودہ سال سے کم ہو تو ایسے نکاح باندھنے والے اور اُس کے مددگاروں کو سزا دی جاتی ہے نکاح ٹوٹتا تو نہیں۔ لیکن ذمہ دار شخص سزا کے مستوجب سمجھے جاتے ہیں۔

دو وجہوں سے مسیحیوں میں نابالغوں کے نکاح کو روکنا چاہئے۔ (۱) اُن میں باہمی رضامندی آزادانہ اور سمجھ اور پورے دل سے نہیں دی جا سکتی۔ (۲) ایسی عمر میں نکاح سے جسمانی کمزوری پیدا ہو جاتی ہے اور اولاد اکثر کمزور پیدا ہوتی ہے۔ اس وقت تو ہندو بھی ایسی اصلاح کرنا چاہتے ہیں۔ مسیحیوں کو اس اصلاح میں سب سے آگے ہونا چاہئے۔

(ث) مذہبی یک رنگی۔

ہم پہلے کہہ چکے ہیں کہ مسیحی نکاح صرف دو بپتسمہ یافتہ شخصوں میں ہو سکتا ہے۔ قانونِ نکاح مسیحیانِ ہند کے مطابق ایک مسیحی اور غیر مسیحی کی شادی جائز ہے۔ لیکن عموماً کوئی خادم الدین ایسا نکاح نہ پڑھیگا کیونکہ غیر ایماندار کیسے تثلیث والے خُدا کے نام سے سچا عہد و پیمان کر سکتا ہے۔ اگر زندگی کی سب سے گہری چیز میں یکرنگی نہ ہو تو کسی نہ کسی وقت خاندان کی خوشی میں ضرور خلل آئیگا۔ مقدس پولُس کے الفاظ ہر زمانے کے لئے صحیح ہیں "بے ایمانوں کے ساتھ ناہموار جُوئے میں نہ جُتو۔ کیونکہ راستبازی اور بے دینی میں کیا میل جول؟ یا روشنی اور تاریکی میں کیا شراکت؟" مخلوط نکاح کرنے والوں کو عموماً کلیسیا سزا دیتی ہے۔

مسیحی کون ہے؟ کلیسیا اُسی کو مسیحی سمجھتی ہے جو کہ بپتسمہ پا کر کسی خاص کلیسیا کا شریک بن گیا ہو۔ کلیسیا کی نگاہ میں ایک بپتسمہ یافتہ شخص ایک غیر بپتسمہ یافتہ شخص سے نکاح نہیں کر سکتا اور نہ ہی کوئی خادم الدین ایسے نکاح کو باندھ سکتا ہے۔

ساتواں باب

کلیسیا کے قانونِ نکاح

۳۔ ممنوع رشتے اور ناتے

دُنیا کی تمام قوموں نے اپنے اپنے طور پر ایسے ممنوع رشتوں اور ناتوں کی فہرست بنا رکھی ہے جن میں نکاح کرنا جائز نہیں۔ اور چند ایسے رشتے اور ناتے ہیں جو کہ عام طور پر دُنیا بھر میں ممنوع قرار دئے گئے ہیں۔ مثلاً کوئی مذہب یا جماعت اجازت نہیں دیتی۔ کہ والدین اور اُن اولاد یا بھائی اور بہن آپس میں نکاح کریں۔ اگر ایسی اجازت ہوتی۔ تو معاشری نظام قائم ہی نہ ہو سکتا۔ اور ان ممنوع فہرستوں کی بنیاد وہی معاشری نظام پر ہے اور اس لئے ہر معاشری نظام کے مطابق اُن میں فرق پایا جاتا ہے۔ مشترکہ زندگی بسر کرنے والوں کے لئے ضروری ہے۔ کہ وہ شہوانی تعلقات سے بالاتر رہیں۔ ورنہ خاندان کی یکجہتی اور مشترکہ زندگی درہم برہم ہو جائیگی۔

خُداوند مسیح کے مذہب نے خاندانی تعلقات کا معیار بہت اُونچا رکھا ہے۔ اس لئے اس مضمون پر ایسے قانون بنائے ہیں جو اُس کی تعلیم کے مطابق ہیں اور خاندان کی برتری کو قائم رکھتے ہیں۔

کلیسیائے انگلستان کی دُعائے عام کے ساتھ ممنوع رشتوں اور ناتوں کی

فہرست پیوستہ ہے۔ یہ فہرست پہلے کیلون ( ) نے مرتب کی تھی۔ اور بشپ پارکر صاحب کے ایما سے انگلستان میں اُسے منظور کر لیا گیا تھا۔ اور ۱۶۰۳ء میں اُسے کلیسیا کا قانون ٹھہرا دیا گیا اور بادشاہ سلامت سے اُس کی منظوری حاصل ہو گئی۔

قانون کے الفاظ یوں ہیں:۔

جتنے آپس میں ذیل کے رشتے یا ناتے رکھتے ہوں۔ ان کو باہم نکاح کرنا کلام مقدس اور ہمارے قوانین کی رُو سے منع ہے۔ اور جو نکاح ان رشتوں یا ناتوں میں ہوں وہ شہوانی اور ناجائز قرار دیئے جائینگے اور شروع سے ہی ناجائز سمجھے جائینگے اور قانون اُن کو ایک دوسرے سے علیحدہ ہونے پر مجبور کریگا۔ اور ہر کلیسیا کے لئے لازمی ہے ہمیشہ خرچ سے اس فہرست کو کسی نمایاں جگہ پر اطلاع عام کے لئے چسپاں رکھے۔

اس فہرست کی بنیاد اس ممانعت پر ہے۔ جو احبار، ۱۸ باب اور [illegible] اور ۲۰ باب میں درج ہے اور جس کا مفصل ذکر ہم نے دوسرے باب میں کیا ہے۔ یہ فہرست یوں ہے۔

کوئی مرد ذیل کے رشتوں یا ناتوں میں نکاح نہ کرے	کوئی عورت ذیل کے رشتوں یا ناتوں میں نکاح نہ کرے
۱ - دادی یا نانی +	۱ - دادا یا نانا +
۲ - سوتیلی دادی یا نانی +	۲ - سوتیلا دادا یا نانا +
۳ - ددیا ساس یا ننیا ساس -	۳ - ددیا سسرا یا ننیا سسرا
۴ - پھپھی +	۴ - چاچا یا کاکا (تایا)
۵ - موسی (خالہ) +	۵ - ماما (ماموں)

کوئی مرد ذیل کے رشتوں یا ناتوں میں نکاح نہ کرے	کوئی عورت ذیل کے رشتوں یا ناتوں میں نکاح نہ کرے
۶ - چاچی یا کاکی (تائی) +	۶ - پھپھا
۷ - مامی (ممانی) +	۷ - موسا (خالو) +
۸ - پھپھیا ساس +	۸ - چچیا سسرا +
۹ - ممیا ساس +	۹ - ممیا سسرا +
۱۰ - ماں +	۱۰ - باپ +
۱۱ - سوتیلی ماں +	۱۱ - سوتیلا باپ +
۱۲ - ساس +	۱۲ - سسرا +
۱۳ - بیٹی +	۱۳ - بیٹا +
۱۴ - سوتیلی بیٹی +	۱۴ - سوتیلا بیٹا +
۱۵ - بہو	۱۵ - داماد (جمائی) +
۱۶ - بہن	۱۶ - بھائی +

احبار کی کتاب میں صرف اُن رشتوں اور ناتوں کا ذکر ہے۔ جو کہ مرد کے لئے ممنوع ہیں۔ وہاں عورت کا ذکر خاص طور پر نہیں پایا جاتا۔ لیکن یہ تو صاف بات ہے کہ عورت پر بھی لازماً ایسی پابندی عائد ہوتی ہے۔ اور اس لئے اس پہلو میں یہ فہرست مکمل کر دی گئی ہے۔ رومی قانون میں رشتہ داری کو فاصلے سے ناپا جاتا تھا۔ پیمانہ ایک قدم سمجھا جاتا تھا۔ مجھ سے میرے باپ تک ایک قدم ہے۔ میرے باپ سے میرے دادا تک دوسرا قدم ہے میرے دادا سے میرے چچا تک ایک قدم ہے اور میرے چچا سے اُس کی بیٹی تک دوسرا قدم۔ اس طور مجھ سے میرے چچا کی بیٹی تک چار قدم ہو گئے۔ گویا قاعدہ یہ ہوا۔ کہ دو شخصوں کے درمیان رشتے کے

قدم گننے کے لئے ایک شخص سے شروع کرکے اُس جدِ امجد تک قدم گنے جائیں جو دونو کا مشترکہ ہو۔ اور پھر اُس کے جد سے دوسرے شخص تک قدم گن لئے جائیں اور ان دونو کا مجموعہ اُن کے درمیان قدموں کے برابر ہوگا۔ اس کتاب میں اسی طریقۂ شمار کو استعمال کیا گیا ہے۔ اور علاوہ ازیں ایک مرد کی بیوی کے بالواسطہ خون کے رشتہ دار اُس کے بھی ویسے ہی رشتہ دار سمجھے جاتے ہیں اور اُن کے قدم بھی اُسی طور گنے جاتے ہیں۔

اب ہم بتلائینگے کہ بشپ پارکر صاحب کی فہرست کس طور احبار کی کتاب میں مندرجہ قانون کے مطابق مفصلہ بالا اصولوں پر مبنی ہے۔

ممنوع رشتے اور ناتے۔ آتا ۳ = مرد اور عورت کے دوسرے قدم کے بالواسطہ آبا۔

۴ = احبار ۱۸ باب ۱۲ آیت۔

۵ = احبار " ۱۳ آیت +

۶ = " " ۱۴ آیت و ۲۰ باب ۲۰ آیت +

۷ = ساتویں ممانعت کے برابر +

۸ و ۹ = احبار۔ ماں کے بھائی کی بیوی سے نکاح احبار ۲۰ باب ۲۰ آیت میں ممنوع ہے اور پارکر صاحب کی فہرست میں بیوی کی پھپھی اور خالہ سے نکاح ممنوع ہے

۱۰ = احبار ۱۸ باب ۷ آیت +

۱۱ = " ۲۰ باب ۱۱ آیت +

۱۲ = " " ۱۴ آیت +

۱۳ = بیٹی سے احبار ۱۸ باب ۷ آیت سے یہ نتیجہ نکلتا ہے۔

۱۴ = احبار ۱۸ باب ۱۷ آیت۔

۱۵ احبار ۱۸: ۱۵

۱۶ احبار ۱۸: ۹

۱۷ - ۱۸ ماخوذ از احبار ۱۸: ۱۶ و ۲۰: ۲۱

کوئی مرد اپنے بھائی کی بیوی سے شادی نہ کرے اور نہ بیوی اپنی بہن کے خاوند سے شادی کرے اور نہ ہی خاوند اپنی بیوی کی بہن سے شادی کرنے کا مجاز ہے۔

۱۹ احبار ۱۸: ۱۰

۲۰ " ۱۸: ۱۰

(۵) ۲۰-۲۱-۲۲-۲۳-۲۴ نسل مابعد کے چار رشتے۔

۲۵-۲۶ ممنوعات ۴ و ۵ منجانب زوجہ ماخوذ از احبار ۱۸: ۱۲-۱۳

۲۷ بمطابق ۷ منجانب زوجہ احبار ۲۰: ۲۰

۲۸ بمطابق ۹ منجانب زوجہ

۲۹ و ۳۰ بمطابق ۶ و ۷ منجانب زوجہ

وہ اصول جو ان تمام ممنوعات پر حاوی ہیں:-

(۱) وہ لوگ جو تین قدموں یا ان سے کم پر ایک دوسرے سے رشتہ رکھتے ہیں۔ ان کا باہمی نکاح ممنوع ہے۔ اس میں حیا اور نسل کو ملحوظ رکھا گیا ہے۔

(۲) خونی رشتہ اور وہ رشتہ جو شادی سے پیدا ہوتا ہے۔ ہم مرتبہ قرار دئے گئے ہیں اور ہمارا تمدن بھی اسی کا مقتضی ہے۔

(۳) وہ لوگ جو ایک ہی گھر میں پرورش اور ایک ساتھ رہتے ہیں ان کا باہمی نکاح منع کیا گیا ہے۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ وہ لوگ ایک ہی ساتھ رہتے۔ اکٹھے کھیلتے کودتے اور بسا اوقات ایک ہی گھر میں سوتے ہیں۔ بنا بریں اُن کی آپس میں شادی ممنوع ہے۔ ہندوستان میں مشترکہ خاندان کے رواج پانے کی بناء

چچا زاد سے شادی کرنے کی ممانعت ہے اور یوں بھی ہندوستانی زبانوں میں چچیرے بھائی بہن ہی کہلاتے ہیں سو اس اصول کے ماتحت ماموں اور پھوپھا کی بیٹیاں شادی کے لئے رد ہیں۔ کیونکہ بھائی تو ایک ہی گھر میں یکجا رہتے اور ان کے بچے بھائی بہن کی حیثیت سے ایک ہی ساتھ پرورش پاتے ہیں۔ مگر بخلاف اس کے بھائی بہن شادی ہو جانے کے بعد علیحدہ علیحدہ گھروں میں منتقل ہو جاتے ہیں۔ اس لئے سوسائٹی ان کی باہمی شادی میں مخل نہیں ہوتی۔ ہندوستانی سوسائٹی مسیحیت کے بالمقابل بھی بہت منظم ہے اور اس کی بنا ان ہی اصولوں پر رکھی گئی ہے جو خاندان اور قوم کی بہتری کا موجب ہیں۔ اس لئے ہندوستانی دستور العمل اور ہماری فہرست میں کوئی چنداں تفاوت نہیں ہے۔

وہ دو رشتے جن کی ممانعت اس فہرست میں کی گئی ہے۔ اور جن کے جواز کا رواج ہندوستان کے بعض فرقوں میں پایا جاتا ہے یہ ہیں۔

(۱) بہن کی لڑکی اور (۲) متوفی بیوی کی بہن

(۱) بہن کی لڑکی

ان کا باہمی تعلق تین قدم کا ہے۔ اس واسطے شادی کے لئے یہ قدرے زیادہ قریبی ہیں۔ ہمارے حافظہ میں چند ایک ایسے واقعات ضرور ہونگے۔ جب کہ بہن کی وفات پر اس کے بچوں نے امداد اور پرورش کے لئے اپنے ماموں کے گھر میں پناہ لی ہو۔ یا ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ والدین کی وفات پر بھائی کو اپنی شادی شدہ بہن کی دستگیری اور معاونت کو قبول کرنا پڑتا ہے۔

بعض ہندوستانی اگرچہ ایسی شادیوں کو روا سمجھتے ہیں اور بلکہ اسے

ضروری سمجھتے ہیں۔ مگر ہمارے خیال میں اس کی تہ میں جائداد کو قائم رکھنے کا جذبہ کام کر رہا ہے۔ مثال کے طور پر ایک لڑکی ب نامی ایک دولتمند ج نامی خاندان میں پیدا ہوئی ہے اور اس کی شادی س نامی خاندان کے ایک مرد سے ہوتی ہے۔ ب اپنے ساتھ اپنے والدین کی جائداد کا بڑا حصہ ج خاندان کا س خاندان کی طرف لے جاتی ہے۔ ان حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے ممکن ہے ہندوستانی سوسائٹی نے یہ مناسب خیال کیا ہو کہ ایسے ذرائع اختیار کرے جن سے کم از کم اس جائداد کا کچھ حصہ ہی تو پھر سے ج کو لوٹ جائے اور یہ اسی وقت ممکن ہو سکتا ہے جب ب کی کسی لڑکی کی جو ج خاندان میں پیدا ہوئی ہو کی شادی ب کے کسی بھائی سے جو ج خاندان کا ہے کر دی جائے۔

اصلاح نسل کے ضمن میں جو دلائل ہم پہلے دے چکے ہیں۔ ہمارے خیال میں صحیح العقل و دانشمند آدمی کو ان کی صحت کا اقرار ہی کرنا پڑتا ہے۔ سائنسدانوں کا یہ یقین ہے کہ اس ممانعت سے جسمانی اور دماغی کمزوریاں جو ایک خاندان میں پائی جاتی ہیں وہ ایک دوسرے میں منتقل نہیں ہو سکینگی۔

ایسے رشتوں کی ممانعت ان فرقوں کے نو مرید مسیحیوں کے لئے قدرے مشکل معلوم ہوتی ہے۔ جن کے ہاں اس کی اجازت اور حمایت نسلوں سے چلی آتی ہے۔ ان کے رواج میں یکلخت تبدیلی ناممکن ہے۔ کلیسیائے ہند برما اور سیلون نے اس مشکل کا احساس کرتے ہوئے ایک عارضی حل تلاش کیا ہے۔

کلیسیا نے ایسے لوگوں کے بپتسمہ کے وقت کبھی انکار نہیں کیا۔ جن کی شادی ایسے رشتوں سے مسیحیت قبول کرنے سے پیشتر ہو چکی تھی اور یہی وہی ایسی چیز قبول مسیحیت میں سد راہ نہیں ہوتی۔ گریگری اعظم کا وہ جواب جو اس نے آگسٹین کو دیا تھا۔ کیسا ہی برمحل ہے کہ انہیں ان کی لاعلمی

کے جرموں کی سزا مندوی بھائی گئے" ہو سکتا ہے کہ بعض نو مریدوں نے عیسائیت کے قبول کرنے سے پیشتر اپنی اولاد کے لئے رشتوں کا انتظام کر دیا ہو اور بعض حالات میں ممکن ہے کہ ایسے رشتوں کا فیصلہ بھی ہو چکا ہو۔ خواہ شادی ہو چکی ہو یا نہ۔ سلہٰذا ایمان کے مفاد کے لئے یہ ضروری ہے کہ ایسی شادیوں کے معاملات میں بعض بندشوں کے ساتھ رعایت کی جائے۔ اس بناء پر کلیسیائے ہند۔ برما اور سیلون نے بشپ صاحبان کو یہ اختیار دے دیا ہے کہ نو مریدوں کے معاملہ میں وہ ماموں اور بھانجی کی شادی اگر مناسب سمجھیں تو ہو جانے دیں۔ اور ان لوگوں کی اولاد کو بھی اسی شرع کے تحت سمجھیں جنہیں وہ اپنے ہمراہ ہندویت سے عیسائیت میں لاتے ہیں۔

(۲) متوفی بیوی کی بہن

بعض اوقات یہ دلیل پیش کی جاتی ہے کہ چونکہ سابقہ بیوی کی بہن سے شادی کرنے کا رواج ہندوستان میں عام ہے۔ اس لئے ہندوستانی کلیسیاؤں کی طرف سے اسے جائز قرار دینا چاہئے۔ اس ضمن میں تین دلائل پیش کئے جاتے ہیں۔

ا۔ بعض فرقوں کا یہ رواج ہے۔ ہم یہ ثابت کر چکے ہیں کہ کلیسیا کسی رواج کو محض جاری ہونے اور صدیوں تک زیر عمل رہنے کی بناء پر جائز قرار نہیں دے سکتی۔ اگر کلیسیا ایسے رواج کو جائز قرار دے تو کلیسیا کو کثرت ازدواجی جیسی قبیح رسم کو بھی اسی طرح جائز قرار دینا پڑیگا۔ اور اسی ضمن میں آشنائی شادیوں کی بھی اجازت دینی پڑے گی جو دُنیا کے بعض حصوں میں رائج ہیں۔

(ب) اس لئے کہ یہ سابقہ بیوی کے بچوں کے لئے مفید ہے۔ ہمیں اس کے باور کرنے میں تامل ہے اور نہ ہی تجربہ سے یہ ثابت ہو سکتا ہے کہ متوفی بیوی کی بہنیں اپنے سوتیلے بچوں میں بہ نسبت غیر عورتوں کے بہتر سلوک کر سکتی ہیں۔ بعض واقعات ایسے بھی ہیں جن میں دوسری جس کا خاندان سے کسی قسم کا تعلق نہیں تھا اپنے خاوند کے بچوں کے لئے ماں سے بڑھ کر ثابت ہوئی ہیں۔ اور ایسی بھی مثالیں موجود ہیں جن میں سوتیلی ماں بن کر اپنی بہن کے بچوں کے لئے زیادہ مضر اور خطرناک ثابت ہوئی ہے۔

(ج) چونکہ یہ خاندانی تعلق داری کے لئے مفید ہے۔

عام طور پر یہ دلیل پیش کی جاتی ہے کہ سالی کے ساتھ شادی کرنے سے مزید جہیز کی ضرورت نہیں ہوگی۔ لہٰذا اقتصادی وجوہ سے اس میں زیادہ کفایت شعاری پائی جاتی ہے۔ ہمیں ایسی کمزور دلیل کے جس سے کلیسیا کی عدول حکمی ہو باور کرنے سے احتراز ہے۔

وجوہات جو اس کے ناجائز ہونے پر مستدل ہیں :-

(۱) ہم اس سے پیشتر اس حوالہ کو پیش کر چکے ہیں کہ یہ حکم احبار کی کتاب سے لیا گیا ہے۔ اس کتاب کے ۱۸ باب کی ۱۶ آیت میں ہر آدمی کو اس کے متوفی بھائی کی بیوی سے شادی کرنے کی ممانعت کی گئی ہے۔ یعنی یہ کہ عورت کو بھی بمقابل اس کے اپنی متوفی بہن کے خاوند سے شادی کرنا ناجائز ہوگا۔ ممکن ہے کہ اس کی تردید اس طرح کی جائے کہ احبار کے ممنوعات کلیسیا کے لئے حجت نہیں ہو سکتے۔

(۲) اور یہ کہ یہ ممانعت کلیسیا کے صدہا سال کے رواج کے خلاف ہے۔ کلیسیا کی پہلی تین صدیوں کی تواریخی تصانیف میں اس کا کوئی ذکر نہیں

پایا جاتا۔ مگر جیسا کہ آرچ بشپ کمیٹی کی رپورٹ میں درج ہے کلیسیائے جامع نے بلا استثنا دراصل ہر طرح کی شادی کو اس کی متوفی بیوی کی بہن کے ساتھ ممنوع قرار دیا ہے۔ اور اسی طرح عورت کو اس کے متوفی خاوند کے بھائی کے ساتھ شادی کرنے کو ناجائز قرار دیا ہے اور اوائل ہی سے کلیسیا کا یہی دستور العمل چلا آیا ہے۔

ایلویا کی کونسل جو ۳۰۵ء میں ہسپانیہ میں منعقد ہوئی اس کی آٹھویں قرارداد کے یہ الفاظ ہیں:۔

"اگر کوئی شخص بیوی کی وفات کے بعد اس کی بہن سے شادی کرے تو پھر اس کو عشاء میں شامل نہیں کرنا چاہیئے۔"

نیز قیصریہ میں جو کونسل ۳۱۵ء میں منعقد ہوئی تھی اس کا دوسرا قانون یوں ہے: "اگر کوئی عورت یکے بعد دیگرے دو بھائیوں سے شادی کرے تو اسے تا مرگ پاک عشاء سے خارج کر دینا چاہیئے۔"

مقدس باسل قیصریہ کے اسقف اعظم اس سے ۷۰ برس بعد یہ فیصلہ دیتے ہیں: "اسی حکم یعنی سات سال کی عقوبت کو ہر اُس آدمی پر عائد ہونا چاہیئے جو دو بہنوں کے ساتھ شادی کرے۔ اگرچہ وہ شادیاں مختلف اوقات پر ہی کیوں نہ عمل میں لائی گئی ہوں۔"

اس تاریخ سے یہ شادی کلیسیا کی جملہ کونسلوں میں ممنوع قرار دی گئی عام اس کے کہ وہ مشرقی کلیسیائیں تھیں یا مغربی۔ کونسل آف کلیرمنٹ نے جو ۱۰۹۵ء میں منعقد ہوئی اپنی بارہویں قرارداد کے ذریعے سے یہ فیصلہ صادر کیا: "اگر کوئی شخص بیوی کی بہن کی بے حرمتی کو جائز قرار دیتا ہے۔ اور یوں مقدس شریعت کی تحقیر کرتا ہے۔ تو جب تک یہ شخص ایسے قابلِ افسوس

جرم کا مرتکب ہے۔ مسیحی جماعت سے خارج اور کلیسیائی دسترخوان اور پاک عشاء سے محروم ہے۔"

بڑی آسانی سے اس کی تردید اس طرح کی جا سکتی ہے کہ ابتدائی زمانہ کی کلیسیاؤں کے ایسے قوانین ہم پر حاوی نہیں ہو سکتے۔ لیکن کم از کم اتنا اشارہ ضرور مل جاتا ہے کہ پرانی کونسلوں کی قراردادیں اس امر کی تصدیق لازماً کرتی ہیں کہ چوتھی صدی سے متفقہ طور پر ان شادیوں کی مذمت کی جا رہی ہے۔

(۴) یہ شادی عالمِ مسیحیت کی تواریخی کلیسیاؤں کے آئین کے خلاف ہے۔ ہم اس سے پہلے بیان کر چکے ہیں کہ یونانی کیتھولک کلیسیا ایسی شادیوں سے قطعی ناآشنا ہے۔ پوزے صاحب رقمطراز ہیں "مشرقی کلیسیا نے اس قابلِ نفرین حرکت یعنی متوفی بیوی کی بہن کے ساتھ شادی کو مذموم قرار دیا ہے۔ اس معاملہ میں اصولی طور پر شامی یعقوبی ارمنی اور نسطوری کلیسیائیں متفق ہیں۔ ٹراونکور کی شامی کلیسیا ہیں جو پہلی صدی سے قائم ہونے کی مدعی ہیں۔ وہ بھی کسی رنڈوے کو اس کی بیوی کی بہن کے ساتھ شادی کرنے کی اجازت نہیں دیتیں اور نہ ہی وہ ماموں اور چچا کی شادی کو پسند کر سکتی ہیں۔ شامی کلیسیا کی مختلف شاخوں میں ممنوع ہونے کے علاوہ ان شامی کلیسیاؤں میں بھی جو کلیسیائے انگلستان سے شراکت رکھتی ہیں ناجائز ہے۔ اور ہم پریدوں میں بھی ایسی شادیاں ناپید ہیں۔ ہمیں اطلاع دی گئی ہے کہ ایسی شادیوں کی ممانعت سے ٹراونکور کی کلیسیاؤں کو کسی مشکل کا سامنا نہیں کرنا پڑا۔ یہ شادیاں رومی کلیسیا میں بھی ممنوع ہیں۔ اگرچہ بعض حالات میں اہمیت اور ضرورت کا لحاظ رکھتے ہوئے کلیسیا کی خاص اجازت حاصل ہو سکتی ہے۔ کلیسیائے انگلستان نے اپنی طویل تاریخ ۵۰۹ء نہایت

۱۹۰۷ء) میں کبھی بھی کسی شخص کو متوفی بیوی کی بہن سے شادی کرنے کی اجازت نہیں دی۔ اگرچہ پارلیمنٹ کے ایکٹ مجریہ ۱۹۰۷ء کی رو سے سول میرج یعنی عدالتی شادی کی اجازت دی گئی مگر کلیسیا نے اپنے آئین و ضوابط میں سرِ مو تبدیلی نہیں کی۔ مگر انگلستانی عدالتی قانون کا ان شادیوں کی اجازت دینا ہندوستانی کلیسیاؤں میں اسے جائز نہیں ٹھہرا سکتا۔ انہیں انہی آئین کے تابع رہنا ہے جن میں ان کی ممانعت کی گئی ہے۔ ماسوائے ان مخصوص حالات کے جن میں انفرادی طور پر اسقفی مستثنیات کی رو سے اجازت حاصل کی گئی ہو۔

(۴) سب سے زبردست دلیل جو ان شادیوں کے خلاف ہے وہ فطری قوانین کی خلاف ورزی ہے۔

ان کی تشریح باب اوّل میں کی جا چکی ہے۔ بعض اشخاص کو رائے عامہ کی بنا پر خاندانی پاکیزگی کو مدِنظر رکھتے ہوئے باہم گر شادی کرنے سے منع کیا گیا ہے جہاں کہ قریبی مشترکہ زندگی میں جنسی رغبت کی آزمائش کا احتمال قدرتی طور پر ہو جائے۔ ایسی صورت میں قانون یا شریعت کے لئے یہ لازم آتا ہے کہ وہ صریح طور پر یا تو اسے جائز کرے یا ناجائز قرار دے دے۔ مستقبل کی شادی شدہ زندگی کے تصوّر میں اغلب ہے کہ فریقین میں جنسی راز و نیاز شادی سے پہلے شروع ہو جائیں۔ ایسے مجلسی حالات میں جہاں ایک لڑکی بطور استحقاق اپنی شادی شدہ بہن کے گھر میں رہتی ہے۔ تو قدرتی طور پر وہ اس جوڑے کے ساتھ اس گھر میں بھی شریک ہوتی ہے۔ ایسی صورت میں خاوند ہی اس کا محافظ و مختار ہوتا ہے۔ اس لئے کہ وہ لڑکی اس کی اختیار کردہ اور شرعی بہن ہے۔ کیا ایسے لوگوں کے مابین جنسی تعلقات کے قائم ہونے کی اجازت ہونی چاہئے؟ ایسے سوال کا جواب یقینی طور پر نفی میں دیا جائیگا۔

سوال کیا جا سکتا ہے۔ کہ اگر ایسا ہی معاملہ ہے۔ جیسا کہ ہم نے بیان کیا ہے تو بعض ہندوستانی فرقوں نے ایسی شادی کی کیوں اجازت دی؟

جواب بالکل صاف ہے۔ ہندوستان میں کبھی بھی کسی بہن کو یہ حق حاصل نہیں ہوا کہ وہ اپنی شادی شدہ بہن اور بہنوئی کے گھر میں بطور اہلِ خانہ کے شریک ہو۔ ہندوستانی سوسائٹی نے اس طرح ان لوگوں کو جن میں شادی کا احتمال ہو سکتا تھا ایک دوسرے سے علیحدہ رکھا۔ اگر ہمارے تعلیم یافتہ ہندوستانی مسیحیوں میں مجلسی رواج قائم رہتا تو کوئی وجہ نہ تھی کہ ایسے رشتوں کی ممانعت کی جاتی۔ بعض نومریدوں کے حلقہ میں تاہنوز پرانے مجلسی رواج اور طریقے پائے جاتے ہیں۔ لیکن تعلیم یافتہ مسیحی جماعت میں ایسے رواج از خود مٹتے چلے جاتے ہیں اور سالیاں اپنی شادی شدہ بہنوں کے یہاں آتی جاتی ہیں اور ان کے گھروں میں رہتی بھی ہیں۔ اور ان کی بہنوں کے خاوندوں یا ان کے بہنوئیوں کا رویہ ان کی طرف بھائی اور سرپرست کا ہوتا ہے۔

متذکرہ صدر حالات کی بنا پر ہم یہ دلیل پیش کرتے ہیں کہ ایسے دو متضاد تعلقات کا یکجا ہونا محال ہے۔ ہمیں موجودہ رواج چھوڑ دینا چاہئے جس کے مطابق بیوی کی بہن گھر میں آتی جاتی رہتی ہے اور بہن کے طور پر گھر میں رہتی ہے۔ یا انہیں کلی طور پر ایسے امکانات کا قلع قمع کرنا چاہئے جن کے تحت وہ اپنی سالی سے شادی کر سکتے ہیں۔ جب کہ ان کی بیوی فوت ہو جائے۔

یہ طریق استدلال ہمارے لئے افسوس ناک ضرور ہے کہ ہم نے اپنے ان مسیحی تعلیم یافتہ نوجوانوں کے خلاف ایسی زبردست دلائل پیش کی ہیں۔ جو ہلکا پن سے ایسی ممانعت کو پیٹھ پیچھے پھینکنے کے عادی ہو چکے ہیں۔ اور اسی ضمن میں ہمیں بعض ایسے واقعات کا علم ہوا ہے۔ جو گذشتہ سالوں میں دنیا

ہوتے مگر ہمارا مقصد ان لوگوں کے جذبات کو ٹھیس لگانا نہیں ہے جنہوں نے ایسی شادیاں کی ہیں۔ انہوں نے جو کچھ کیا لاعلمی کی حالت میں کیا۔ بعض اس غلط فہمی میں مبتلا ہوگئے کہ بعض نام نہاد آزاد کلیسیائیں ایسی شادیوں کو باضابطہ قرار دینے کے لئے تیار تھیں۔ بعض حالات میں لوگوں کا گمان تھا کہ انگریزی ایکٹ مجریہ ۱۹۰۷ء کا ہندوستان پر بھی اطلاق ہوتا ہے۔ یہ وجوہات کلیسیا کی سہل انگاری کے لئے کافی ہوں تو ہوں۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ ممانعت کو ناجائز سمجھا جائے۔ البتہ یہ حقائق شاید ایسے ہیں کہ کلیسیا اپنے روادارانہ رویہ کو اُن لوگوں کی طرف برقرار رکھے جو اس ممانعت کی خلاف ورزی کرتے ہیں۔ اور اسی کو ملحوظ رکھتے ہوئے حال ہی میں کلیسیائے ہند۔ برما اور سیلون نے اس طرح فیصلہ دیا ہے۔

"ہماری سفارش ہے کہ جب کسی کو ایسی شادی درکار ہو اور مقامی مسیحی جماعت کے جذبات کو ایسی شادی سے کسی قسم کی ٹھیس نہ لگتی ہو۔ تو خاص وجوہات کی بناء پر بشپ صاحب اگر مناسب سمجھیں۔ تو اس ممانعت کو اُن اشخاص کے لئے ہٹا لیں اور گرجے میں ایسے نکاح پڑھنے کی خاص اجازت دے دیں۔ لیکن کوئی خادم الدین ایسے نکاح پڑھنے پر مجبور نہ کیا جائے جو اس کی ضمیر کے برخلاف ہو۔ اور نہ ہی ایسے شخص کو جو ایسے رشتوں میں شادی کرے کلیسیائی عہدہ داری میں لیا جائے۔ یہ ہمارے موجودہ ۱۹۴۷ء کے قانون کا ماحصل ہے۔ ہم نہیں کہہ سکتے کہ آرچ بشپ کمیشن کی رپورٹ کا کلیسیائے ہند۔ برما اور سیلون پر کیا اثر ہوگا۔

ہم اسے محض ہندوستانی مسیحی خاندانی زندگی کی پاکیزگی کو مدنظر رکھتے ہوئے لکھ رہے ہیں۔ اگر ملکی آئین ہمارے اس معیار کو گرانے کی کوشش

کرے تو بڑی جانفشانی سے اس کا مقابلہ کرنا چاہئے۔

اگرچہ تو مریدوں کے لئے بعض حالتوں میں ایسے طریقے اختیار کئے جا سکتے ہیں۔ جن سے قانون اُن کے لئے کسی قدر نرمی سے برتا جائے۔ لیکن ہماری مخلصانہ استدعا یہی ہے۔ کہ خداوندی معیار کو ایک مقررہ ضابطہ ہی سمجھنا چاہئے۔ اس لئے کہ ہماری آنے والی جماعت۔ ہماری کلیسیا اور ہندوستان کی اسی میں بہتری ہے۔

آٹھواں باب

مسیحی خاندانی زندگی

ہم نے یہاں تک نکاح کے جن اصولوں پر غور کیا ہے یا تو وہ ایسے ہیں جو ہمہ گیر طور پر انسانی فطرت میں سرایت کر چکے ہیں اور یا ہمارے خداوند اور اس کے شاگردوں کی تعلیم سے اخذ کئے جا سکتے ہیں۔ اور یا انہیں کلیسیائی انتظام نے مقرر کیا ہے۔ مسیحی نکاح کے تمام قوانین کا مدار ان ہی تین اصولوں پر ہے۔ لیکن شادی شدہ زندگی کی حقیقی خوشی محض ان کی پابندی سے میسر نہیں آ سکتی۔ ان ضوابط کی پابندی میں بھی پریشانی کا احتمال ہو سکتا ہے۔ ہم اس کتاب کے خاتمہ سے پیشتر یہ ضروری سمجھتے ہیں کہ ان عناصر پر غور کریں۔ جن سے ایک مسیحی خاندانی زندگی میں حقیقی خوشی پیدا ہوتی ہے۔

اگر کسی شادی کو مسیحی گواہی بن کر درخشاں ہونا ہے تو اس کے لئے لازم ہے کہ اس میں مندرجہ ذیل شرائط پوری ہوں۔

(۱) میاں بیوی میں اعلےٰ روحانی مطابقت ہو۔

وہ شادیاں جو غیر مسیحیوں کے ساتھ روپیہ۔ تمدنی معیار یا مجلسی درجے کو ملحوظ رکھتے ہوئے کی جاتی ہیں۔ ان کا نتیجہ عام طور پر تسلی بخش نہیں ہوتا۔

مسیحی شادی صرف وہی ہو سکتی ہے جس میں ہر دو فریق مسیحی ہوں۔

اس ملک کے بعض حصوں میں یہ دستور عام ہو چکا ہے کہ جس عورت کے ساتھ شادی کرنی ہوتی ہے۔ اس کو بپتسمہ کے لئے گرجا گھر میں پیش کیا جاتا ہے اور لبعد میں جلدی ہی اس کی شادی کا اعلان کیا جاتا ہے۔ اور جتنی جلدی قانون اجازت دے سکتا ہے اس سے شادی کر لی جاتی ہے۔ ایسی صورتوں میں دولھا یا دلھن مسیحی مذہب کی ذمہ داریوں سے پورے طور پر آگاہ نہیں ہوتے۔ جب تک ایسی شادیاں بند نہیں ہوتیں مسیحی خانگی زندگی کلیسیائی تعمیر میں ممد نہیں ہو سکتی۔ حقیقی خوشی کے لئے مذہب عبادت اور رسومات کی ہم آہنگی لازم ہے۔

(۲) کامل اور مخلص باہمی رضامندی ضروری ہے۔

نوجوان مرد اور عورتوں کا اپنا اپنا شریک زندگی انتخاب کرنا ان دنوں عام ہو چکا ہے۔ اگرچہ یہ بہت ہی مستحسن ہے مگر اس امر کو کبھی بھی فراموش نہیں کرنا چاہئے۔ کہ ہندوستان میں شادی کے رشتہ کی بنا پر ایک گہرا اور قریبی تعلق قائم ہوتا ہے اور نہ صرف یہ تعلق دو افراد کے مابین قائم ہوتا ہے بلکہ دو خاندانوں میں تعلق پیدا ہو جاتا ہے۔ بنا بریں ہم اُن نوجوان مرد اور عورتوں کی پُرزور مخالفت کرتے ہیں جو اپنے والدین کی لاعلمی میں اپنے درمیان ایک خفیہ معاہدہ کرتے ہیں جس کی تکمیل ایک خفیہ شادی میں ہو جاتی ہے۔ دو گھرانوں میں کبھی بھی ایسی نا عاقبت اندیش شادیوں سے ایک جنتی پیدا نہیں ہو سکتی۔ اگر کوئی نوجوان کسی نوجوان لڑکی کا والہ و شیدا ہو جائے تو لازم ہے کہ وہ صاف طور پر اپنے والدین پر اپنے ارادے کو ظاہر کر دے اور انہیں یہ اجازت دیدے۔ کہ وہ لڑکی اور اس کے والدین کی مرضی کو معلوم کر لیں۔ اس طریقہ سے وہ اس کے راستہ کو صاف کر دینگے۔ اور ان کی

علاوہ شادی کا امکان پیدا ہو جائیگا۔ یہی والدین کے لئے بھی یہ ضروری ہے کہ وہ بھی اس معاملہ میں اپنے رویہ کو تبدیل کر دیں۔ بچے جب جوان ہو جائیں اور اپنی ذمہ داریوں کا احساس کرنے کے اہل ہو جائیں تو نہیں ان کے جذبات اور خواہشات کا پاس کرنا چاہئے اور جب ان کی تجویز معقول ہو تو بخوشی اس پر کاربند ہو جانا چاہئے۔ والدین کا یہ فرض ہے کہ وہ لڑکی کی جسمانی حالت اور اخلاقی حالت کی موزونیت کا جائزہ لے لیں۔ کیونکہ موجودہ سماجی حالات میں ہندوستانی نوجوانوں کے لئے ایسے غور طلب معاملات کا محض معمولی جان پہچان اور گاہے ماہے کی ملاقات سے حل کرنا بہت ہی مشکل ہے۔ اگر دو شخص ایک دوسرے سے شادی کرنے کے لئے آمادہ ہوں تو محض ذات پات، اقتصادی حالت یا سماجی حیثیت کی بناء پر ایسی شادی مسترد کر دینا دانشمندی سے بعید ہے۔ ہمیں بعض ایسے والدین یاد ہیں جنہوں نے ایسے ہی فضول عذروں کے تحت اپنے بچوں کی خواہشات کی مخالفت کی تھی مگر بعد میں انہیں پچھتانا پڑا۔

اگر نوجوان طبقہ اپنے شریکِ زندگی منتخب کرنے میں حق بجانب ہے۔ تو واجب ہے کہ انہیں باہمی عام ملاقات کی بھی اجازت دی جائے اور یہ ملاقات ایسی فضا میں ہونی چاہئے جو ان کے اخلاق کے لئے مضر نہ ہو۔ ہماری کلیسیاؤں اور اداروں کا فرض ہے کہ وہ باہمی ارتباط کے لئے لوگوں کو بہترین موقعہ بہم پہنچائیں۔ مشترکہ تعلیم بچپن ہی سے ایسے عمدہ موقعوں کے حاصل کرنے کا ایک ذریعہ ہے۔ علاوہ ازیں بچپن سے ایسی فطری رفاقت بہت سی ایسی بدعملیوں سے مانع ہوگی جو آن دنوں ہماری سوسائٹی میں رونما ہو رہی ہیں۔ جب نوجوان مردوں اور عورتوں کو جذبات کے تلاطم میں ایک دوسرے سے ملایا جاتا ہے۔ مزید برآں عام طور پر یہ کہا جاتا ہے کہ مشن بورڈنگ سکولوں میں پیدا ہو گئی ہے

کہ یہاں ہر دو اجناس یعنی لڑکے اور لڑکیوں کو ایک دوسرے سے علیحدہ رکھا جاتا ہے جس کا نتیجہ عام طور پر بہ نسبت دیہات کے زیادہ مایوس کن ہوتا ہے۔ جب ایسے ہر دو تعلیمی ادارے ایک ہی جگہ واقع ہوں تو اگرچہ مشترکہ تعلیم ناممکن ہی کیوں نہ ہو۔ تو بھی ہر دو جنس کے طالب علموں کے لئے گرجا گھر چیپل یکساں۔ بائبل کے مطالعہ کے وقت یا دعائیہ میٹنگوں میں اپنے اپنے اساتذہ کی زیر نگرانی ملنے کا خاطر خواہ انتظام کرنا چاہئے۔ جب نوجوان ایسے موقعوں پر ایک دوسرے سے ملتے ہیں تو وہ ایک دوسرے کو سمجھنے اور پیار کرنا شروع کر دیتے ہیں اور اس طور پر خوش آئندہ ہی ملاپ کے امکانات پیدا ہو جاتے ہیں۔

(۳) جہیز کا رواج موقوف کر دینا چاہئے۔

جنوبی ہندوستان اور ٹراونکور میں یہ وباء روز افزوں ترقی کر رہی ہے۔ متمول اور کھاتے پیتے والدین کے لئے تو ہم موزوں سمجھتے ہیں کہ وہ اپنی لڑکیوں کے لئے جہیز کا خاطر خواہ بندوبست کریں مگر ہم کسی نوجوان کے لئے محض ایک لڑکی سے اس کے والدین کے زر و مال کی بناء پر شادی کرنے کو قابلِ نفرین خیال کرتے ہیں۔ کتنے ہی قابلِ افسوس وہ مرد یا والدین ہیں جو محض روپے اور زیور کا سودا لڑکی کے والدین سے کرتے ہیں اور اس کو یہاں تک طول دیتے ہیں کہ گرجے میں اشتہارات کی اشاعت کو اس وقت تک التواء میں ڈلوا دیتے ہیں جب تک کہ وعدہ شدہ جہیز پیشگی وصول نہ ہو جائے۔ خاندانوں میں لڑائی جھگڑا اور جدائی اسی طرح سے واقع ہوتی ہیں۔ بہت سی دلہنوں کو اپنے خاوند کے خاندان کا محض جہیز کی ادائیگی کی تاخیر یا نادہندگی کی صورت میں تختۂ مشق بننا پڑتا ہے۔ بعض بدنصیب والدین کو ایسے حالات میں قرض برداشت

کرنا پڑا اور یوں غربت کے گڑھے میں گر گئے۔ تامل زبان میں ایک ضرب المثل ہے۔ "جس کے پاس پانچ لڑکیاں ہوں۔ اگرچہ وہ بادشاہ ہی کیوں نہ ہو گدا گر ہو جائیگا"۔ یہ مثل ان مقامات میں ضرور صادق آئیگی۔ جہاں جہیز جیسی مہلک اور قبیح رسم کا رواج ہے۔ ہم ایسی شادیوں کو کسی طرح بھی مسیحی نہیں کہہ سکتے۔ ایسی قباحتوں کی بیخ کنی کرنا خادم الدین اور کلیسیاؤں کا فرض ہے۔ ان تینوں طبقوں کا جو اس میں شریک ہیں فرض ہے کہ وہ اس کو مٹانے کی حتی المقدور کوشش کریں۔

(الف) نوجوان عورتیں

مسیحی نوجوان عورتوں کو کبھی بھی اپنے والدین کے بھاری قرضوں پر جو ان کی شادی پر برداشت کئے گئے ہیں رضامند نہیں ہونا چاہئے۔ اگر کوئی نوجوان یا اس کے والدین زیورات یا جہیز کے لئے مُصر ہوں جو لڑکی کے والدین کے امکان سے باہر ہوں تو لڑکی کے لئے یہ واجب ہے کہ وہ ایسی صورت میں بڑی جرات سے انکار کر دے۔ وہ نوجوان عورتیں جو اس موضوع پر زبردست محاذ قائم کرنے کو تیار ہیں۔ انہیں چاہئے کہ کچھ عرصہ انتظار کرنے کے بعد اپنے آپ کو خودداری کے ہتھیاروں سے مسلح کر لیں۔ بجائے اس کے کہ اپنے والدین کو اپنی خاطر غربت اور قرض کے گڑھے میں ذلیل و خوار کریں اور سچ پوچھو تو والدین کی محبت ایسی قربانی اور ایثار کی مقتضی بھی ہے۔ اگر مسیحی لڑکیاں اس معاملہ میں اپنی ثابت قدمی کا ثبوت دیں تو شادی کے موجودہ رواجوں کا بدل جانا دور نہیں۔

(ب) نوجوان مرد

قومیت اور وطن پرستی کے اس زمانے میں کیا نوجوان مردوں اور عورتوں

سے یہ توقع رکھنا کہ جہاں تک ان کی قدرت میں ہے۔ اس بُرائی کو جڑ سے اکھاڑ دیں۔ ان کے جذبۂ مسیحیت سے بعید ہے؟ ہر اس آدمی کا یہ جانتے ہوئے کہ اس کے والدین جہیز کا لالچ کر رہے ہیں فرض ہے کہ وہ علانیہ طور پر اس کی مخالفت کرے۔ اگر لڑکی کے والدین بھی اسے یا اس کے والدین کو ایسے لالچ میں گرفتار کرنا چاہیں تو بھی اُسے انکار کرنا واجب ہے۔ مزید برآں نوجوان لڑکوں کو بھی کبھی اس بات پر رضامند نہیں ہونا چاہئے کہ ان کے والدین ان کی تعلیم کی خاطر مقروض ہو جائیں اور یہی وہ ذلیل ترین وجہ ہے جس کی بناء پر نا موافق اور ذہن کی شادیاں عمل میں آتی ہیں۔ جن لوگوں کے دل میں وطن کی آزادی اور سماجی اصلاح کی تڑپ ہے۔ انہیں مناسب ہے کہ وہ اس معاملہ میں ایک فیصلہ کن قدم اُٹھائیں۔ اصلاحات میں یہ بہت ہی ضروری اور انفرادی اصلاح ہے۔

(ج) والدین

والدین کے رویہ میں تبدیلی سب سے زیادہ اہم ہے۔ ان دنوں جبکہ تمدن اور تعلیم کے ذریعہ سے قومی اور انفرادی توقیر کا احساس روز افزوں ترقی کر رہا ہے والدین کا فرض ہے کہ وہ بھی اپنی اولاد ایسے طعن سے محفوظ رکھیں۔ تمام مسیحی والدین کو چاہئے کہ زیور اور جہیز ایسی نفرت آمیز سوداگری سے پرہیز کرنے کا عہد کریں اور اس کے بالعوض ایسی مناسب تجاویز عمل میں لائیں جو ان کے اخلاق اور تعلیم کے شایان ہو۔ قرضہ سے ایسی ہی نفرت کریں جیسی شیطان سے کرتے ہیں۔ اور اپنی اولاد کو اپنی استعداد سے بڑھ کر تعلیم دینے کی جعلی ہوس سے اس اُمید پر کہ کوئی کم فہم خسر ان کے قرضہ کو بے باق کر دے گا۔ پرہیز کرنا چاہئے۔

۴۔ باہمی خوشی میں جس قدر بھی رکاوٹیں ہوں اُن کا جوانمردی سے

مقابلہ کرنا چاہئے۔

(ا) نکاح کے ذریعہ سے جوڑا ایک جسم ہو جاتا ہے۔ اور اگر اس اتحاد کو عملی جامہ پہنانا مقصود ہو تو مناسب ہے کہ شادی شدہ جوڑے کے لئے ایک ایسا گھر ہو جہاں وہ اپنے والدین سے علیحدہ رہ سکیں۔ جہاں اس کی گنجائش نہ ہو وہاں کم از کم ایک کمرہ ان کے لئے علیحدہ ہونا چاہئے جس میں وہ علیحدگی اور آزادی سے حسب خواہش زندگی سے لطف اندوز ہو سکیں۔ اس عدم توجہی کا اکثر یہ نتیجہ ہوتا ہے کہ نوجوان بیویاں اپنے خاوندوں سے شادی شدہ زندگی کے شروع ہونے پر ہی بھاگ جاتی ہیں۔

(ب) دوسری طرف دُلہن کے والدین کو بھی ذہن نشین کر لینا چاہئے کہ ان کی لڑکی پرائے گھر کی ہو چکی ہے اور انہیں اپنی لڑکیوں کو معمولی سی رنجش یا تکلیف پر ان کے گھر ناراض ہو کر آنے کو برداشت نہیں کرنا چاہئے۔ ایسے حالات میں جب کبھی بھی وہ ان کے گھر آئے تو انہیں چاہئے کہ وہ اسے دلاسا دے کر جتنی جلدی ہو سکے خاوند کے گھر لوٹا دیں۔ بعض والدین اپنی شادی شدہ لڑکیوں کو مہینوں اپنے گھر اس فضول حجت پر روکے رکھتے ہیں کہ جب تک ان کے خاوند انہیں لینے نہیں آتے ہم انہیں واپس نہیں بھیجیں گے یا کسی اور بے ہودہ رسم کی بجا آوری کا انتظار کرتے رہتے ہیں۔ ایسے ہی واقعات ہیں جن کے تحت میاں بیوی کی مستقل علیحدگی ہو جاتی ہے۔ مسیحی مذہب مقتضی ہے کہ والدین کم از کم کلام پاک کے سُننے والے ہوں کہ "اس سبب سے مرد باپ سے اور ماں سے جُدا ہو کر اپنی بیوی کے ساتھ رہے گا" اور حتی المقدور اپنے شادی شدہ بچوں کی امداد سے کوتاہی نہ کریں تا آنکہ وہ باہمی طور پر امن و چین سے زندگی بسر کر سکیں۔ والدین کے لئے قطعی ناجائز ہے کہ وہ اپنی اولاد کے

گھروں میں نفرت کا بیج بوئیں۔ بہت سی شادیاں جن کا مستقبل امید افزا دکھائی دیتا تھا والدین کی احمقانہ مداخلت سے تباہ ہو گئی ہیں۔

(ج) شادی شدہ زندگی کی بربادی کی ایک عام وجہ عرصہ دراز تک ایک دوسرے سے علیحدہ رہنا ہے۔ جنوبی ہندوستان میں یہ وبا ترقی کر رہی ہے۔ بہت سے خاوند تلاشِ روزگار کے سلسلہ میں سیلون۔ برما اور ملایا چلے گئے ہیں۔ اور اپنی بیویوں کو تنہا چھوڑ گئے ہیں۔ بیویاں سرکاری ملازمت اختیار کر لیتی ہیں اور اپنے خاوندوں سے علیحدہ اپنی آزاد مرضی سے زندگی بسر کرتی ہیں۔ شاذ و نادر ان کا ملاپ تعطیلات میں ہوتا ہے۔ ان حالات میں وثوق سے نہیں کہا جا سکتا کہ کسی فریق کی اخلاقی حالت بہتر رہ سکتی ہے۔ یا اولاد کی تربیت اعلیٰ ہو سکتی ہے۔

(د) باہمی بے اعتمادی شادی شدہ زندگی کے لئے ایک سدِ راہ ہے۔ بعض اوقات بیوی کی خوبصورتی یا اعلیٰ تعلیم اس کے خاوند کو اس سے مشتبہ کر دیتی ہے اور وہ اپنے اشتبہات سے بیوی کی زندگی کو اور بھی تلخ کر دیتا ہے۔ اسی بنا پر بعض لوگ اپنی بیویوں کو ہمسائے کے گھر جانے سے روکتے ہیں۔ اور بعض تو محض اپنی بیویوں کی دوسرے کے ساتھ کلام کرنے اور مسکرانے پر زندگی کو رنجیدہ اور قابلِ رحم بنا دیتے ہیں شک گھن ہے۔ اعتماد سے اعتماد پیدا ہوتا ہے اور محبت سے محبت بڑھتی ہے۔ اگر ایک عورت بے وقوفی سے دوسرے مرد سے غیر موزوں تعلقات پیدا کرتی ہے تو بہتر یہ ہے کہ خاوند اس سے اس موضوع پر صاف گفتگو کرے اور بخلاف اس کے شک اور شبہ کی خلیج کو مابین حائل نہ ہونے دے۔

دوسری طرف نوجوان عورتوں کا بھی فرض ہے کہ وہ بھی اپنے خاوندوں سے معقولیت کا رویہ اختیار کریں۔ اگرچہ مردوں کے ساتھ بے لوث روابط جائز ہیں۔ لیکن بہتری اسی میں ہے کہ ایسے تعلقات کو اپنے مردوں کی مرضی کے خلاف رکھنے کی بجائے نظر انداز کر دینا چاہئے۔ خاوند کی محبت اور اعتماد کسی دیگر آدمی کی دوستی پر بہرحال فائق ہے۔

۵۔ نوجوان جوڑوں کے لئے یہ لازم ہے کہ وہ شادی کے جسمانی پہلو کے متعلق صحیح علم رکھنے والے ہوں۔

اس مضمون پر انگریزی زبان میں بہت سی کتابیں مل سکتی ہیں اور شائقین ایسی کتابیں بآسانی حاصل کر سکتے ہیں۔ ہمارے لئے اس چھوٹی سی کتاب میں اس کی تشریح کرنا ناممکن ہے۔ مگر چند ایک لفظوں میں اس کی طرف اشارہ کرنا خالی از فائدہ نہ ہوگا۔

شادی کا اولین مقصد نوع انسانی کو بڑھانا ہے۔ پیدائش کی دوسری مشکلوں کی طرح خدا نے اس مقصد کے لئے مرد اور عورت کے جسمانی ملاپ کو ایک ذریعہ مقرر کیا ہے۔ اسی ملاپ کے طفیل یہ دونوں ایک گوشت بن جاتے ہیں۔ جب اس اتحاد کی شادی میں تکمیل ہو جاتی ہے تو یہ ایک مقدس رشتہ قائم ہو جاتا ہے۔ کیونکہ نوع انسانی کو بحال رکھنے کے لئے خدا کا یہ مقرر کردہ انتظام ہے۔ اور خدا کے تمام مقرر کردہ اصول مقدس ہوتے ہیں۔ جب تک جسمانی ملاپ مکمل نہیں ہوتا شادی مکمل نہیں ہوتی۔

خاوند اور بیوی کا باطنی ملاپ ان کی باہمی محبت کا ایک عہد ہے اور یہ اس اندرونی فضل کا حامل ہے جو انسان کو گناہ سے محفوظ رکھتا ہے۔ اسی ملاپ کے ذریعہ سے دو وجود ایک دوسرے کے محرم ہو جاتے ہیں اور اسی

ملاپ کی بنا پر مرد اور عورت میں وہ تعلق ہو جاتا ہے جو دوسرے کے ساتھ ہو نہیں سکتا۔ اگر یہ رشتہ نامکمل اور غیر تسلی بخش ہے تو ایسی صورت میں مشکلات یا غلط فہمیوں کا رونما ہونا یقینی ہو جاتا ہے۔ اگر یہ اتحاد کامل اور تسلی بخش ہے اور فریقین کی خوشی کو بڑھا سکتا ہے تو یہ ازدواجی زندگی کی مشکلات پر بآسانی غالب آ سکتا ہے۔ اس واسطے ان لوگوں کے لئے جو شادی کرنے والے ہیں لازم ہے کہ وہ شادی کے جسمانی پہلو کو اچھی طرح سے ذہن نشین کر لیں تاکہ وہ ممکن ناکامیوں سے محفوظ رہ سکیں۔ مثال کے طور پر بعض لڑکیاں ایسی ہیں کہ وہ شادی شدہ زندگی کے ابتدائی جسمانی تجربہ سے اس قدر مایوس اور دہشت زدہ ہو گئی ہیں کہ بعض نے ان میں سے علانیہ کہنے میں بھی حجاب نہیں کیا کہ اگر انہیں اس بات کا علم ہوتا کہ شادی محض جنسی اختلاط کا نام ہے تو وہ کبھی شادی نہ کرتیں۔ بعض کے متعلق ہمیں علم ہے کہ انہوں نے اس تعلق کی تکمیل کے موقعہ پر صریحاً انکار کر دیا اور اپنے والدین کے گھر واپس لوٹ گئیں۔ بعض اوقات یہ فریقین کی لاعلمی پر مبنی ہوتا ہے اور بعض میں خاوند کی کم ادراک ہوتی ہے جس کے باعث نوجوان دلہنیں علیحدہ ہونے پر مجبور ہو جاتی ہیں۔ ان کی روک تھام شادی سے پیشتر محتاط اور سنجیدہ اقدام سے ہو سکتی ہے۔

وہ پاسبان جو اپنی کلیسیا میں مسرت آمیز خاندانی زندگی دیکھنا پسند کرتے ہیں، انہیں لازم ہے کہ وہ ان لوگوں کو جو شادی کرنے والے ہوں مناسب ہدایت اور مفید مشورہ اس بارے میں دیں۔ حقیقت میں یہ پاسبان کی ذمہ داری ہے۔ اور اس میں اس کی بیوی اس کی کافی امداد کر سکتی ہے اور موزونیت بھی اسی میں ہے کہ اگر پاسبان دولہا کو حل طلب معاملات سمجھائے

تو اس کی بیوی دلہن کی رہنمائی کرے۔ دیہاتیوں کے لئے ایسی ہدایات بہت ہی ضروری ہیں۔ کیونکہ وہاں کی اکثریت بے علم ہے اور کتابی معلومات سے بے خبر۔ ذیل کے حقائق ان کے لئے زیادہ اہم ہیں۔ اور انہیں سمجھا دینے چاہئیں۔

اوّل۔ یہ کہ جسمانی ملاپ میں شادی شدہ زندگی کے دیگر شعبوں کی طرح صبر اور خود ضبطی حقیقی خوشی کے لئے بہت اہم ہیں۔ خاوند کی طرف سے کسی قسم کا جبر اور پابندی یا کسی ملاپ کا بغیر کامل رضامندی کے عمل میں آنا غلط اور ناجائز ہے۔ خاوند کا ہر وقت یہ مطمحِ نظر ہونا چاہئے کہ وہ اپنی خواہشات پر بیوی کی جسمانی حالت کے مطابق عمل پیرا ہو۔

دوم۔ حمل کے بارے میں انہیں ان اوقات کا علم ہونا چاہئے۔ جب مجامعت سے پرہیز ضروری ہے اور ان اوقات کا بھی جب عورت کے لئے قرارِ حمل ناممکن ہے۔ عورت کو ان ایام کی ایک یادداشت رکھنی چاہئے۔ جن میں جنسی نقطۂ خیال سے اس کی حالت ابتر ہوتی ہے۔ قرارِ حمل کے اوقات کو پہچاننا اشد ضروری ہے۔ اور ایامِ زچگی کا صحیح اندازہ بھی سیکھنا ضروری ہے۔ اُن ایام میں جب بچہ پیدا ہونے کی توقع ہو۔ اپنے آپ کو صحت مند رکھنے کا علم ہونا چاہئے۔ ہر دو میاں بیوی کو بوقت جماع آلہ ہائے تناسل صاف رکھنے کی اہمیت کو ضرور سمجھنا چاہئے۔ یورپ کی بہت سی کلیسیاؤں کے پادریوں کا یہ معمول ہو چکا ہے کہ وہ گرجے میں پہلے اعلان کے بعد نامزد جوڑوں سے تخلیہ میں تبادلۂ خیالات کرتے ہیں۔ اور سنجیدگی اور صفائی سے ان معاملات پر گفتگو کرتے ہیں۔ سب سے بڑھ کر مسیحی خاندانوں اور بیویوں کے لئے لازم ہے کہ وہ اس بات کو پہچانیں کہ یہ ایک مقدس رفاقت

ہے اور اپنے چال چلن میں انہیں اس کی تعظیم کرنا واجب ہے۔ اور خدائی مدد کو اس میں طلب کرنا ہے اور اس کی صفائی اور عظمت کو بحال رکھنا ضروری ہے۔

٦۔ کیا خاوند اور بیوی کو اپنی شادی شدہ زندگی کے کامیاب بنانے کا عہد کرنا لازم ہے؟

مسیحی خاندان انسانی زندگی کے بیابان میں باغِ عدن کا نمونہ ہے۔ وہ گویا کانٹوں میں پھول ہے یا کسی گندے نالے پر کنول کے مترادف ہے۔ مسیحی گھر کے حسن کو صفائی اور تقدیس کے ساتھ دنیا کی تمام برائی۔ افسردگی اور شہوانیات کے درمیان درخشاں ہونا چاہئے۔ اس حسن کا راز محبت ہے مگر محبت کو نظام اور تربیت درکار ہیں۔ مقدس پولوس محبت کی ان الفاظ میں تعریف کرتا ہے "محبت صابر اور مہربان ہے۔ محبت حسد نہیں کرتی۔ محبت شیخی نہیں مارتی اور پھولتی نہیں۔ نازیبا کام نہیں کرتی۔ اپنی بہتری نہیں چاہتی۔ جھنجھلاتی نہیں۔ بدگمانی نہیں کرتی۔ بدکاری سے خوش نہیں ہوتی بلکہ راستی سے خوش ہوتی ہے۔ سب کچھ سہ لیتی ہے۔ سب کچھ یقین کرتی ہے۔ سب باتوں کی امید رکھتی ہے۔ سب باتوں کی برداشت کرتی ہے۔ محبت کو زوال نہیں۔" (۱ کرنتھی ۱۳/۴)

اب ہم بعض دیگر اصولوں کی طرف توجہ دلاتے ہیں۔

(الف) ہر ایک کو دوسرے کے مذاق اور خواہشات کا تمام معاملات میں پہچاننا ضروری ہے اور ان سب کو اگرچہ وہ کتنے ہی معمولی ہوں اپنے سانچے میں ڈھالنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ مثال کے طور پر ملکہ وکٹوریہ اور شہزادہ کانسورٹ کے مابین گہری محبت محض اس بنا پر تھی کہ ملکہ نے یہ عہد کر رکھا تھا کہ وہ اپنے آپ کو اس کے معیار پر پورا اتارنے کی کوشش کرے گی اور دوسری

طرف شہزادہ نے بھی عہد کر رکھا تھا کہ وہ بھی اس کی توقعات کو سمجھ کر ان پر عمل پیرا ہوگا۔ اس شخص کی بیوی جو نبات خور نہیں ہے اپنے لئے نباتی خوراک اپنے خاوند کا احترام کرتے ہوئے اختیار کر سکتی ہے۔ وہ بیوی جو اپنے خاوند کی خواہشات کا پاس کرتی ہے۔ اور وہ مرد جو تمام معاملات میں بیوی کی توقعات کا احترام کرتا ہے اور بیوی کی خاطر اپنے آپ کو ضبط میں رکھتا ہے۔ انہوں نے حقیقی فرحت آمیز زندگی کے راز کو سمجھ لیا ہے

(ج) ہر دو میاں بیوی کو اپنے خانگی معاملات گھر کی چار دیواری سے باہر افشا نہیں کرنے چاہئیں۔ مثال کے طور پر ان کا باہمی حقیقی محبت میں ترقی کرنا اس وقت تک ناممکن ہوگا جب تک وہ ایک دوسرے کی اپنے والدین کے گھر میں نکتہ چینی کرتے ہیں۔ خیال فرمایئے جب ان کی نکتہ چینی اپنے والدین سے ناروا ہے تو دوستوں اور ہمسایوں کے یہاں کتنی ہی ناواجب ہے۔ اس معاملہ میں بھی مصمم ارادہ درکار ہے۔

(د) ان کو محض اپنی آمدنی میں گذارہ کرنا چاہئے۔ اگر میاں بیوی متفقہ طور پر حلف اٹھائیں اور عہد کر لیں کہ کوئی چیز بغیر نقدی کے نہیں خریدیں گے۔ اور کسی حالت میں بھی قرضہ برداشت نہیں کریں گے تو خاندانی زندگی میں خوشی کے لئے کوئی چیز اس سے بڑھ کر محرک نہیں ہو سکتی۔ خاوند یا بیوی کا ایک دوسرے کی مرضی کے بغیر روپیہ خرچ کرنا ان کی محبت اور باہمی اعتماد کو قائم نہیں رکھ سکتا۔ اگر خاوند کے رشتہ داروں کو امداد کی ضرورت ہے تو بیوی کو ان حالات میں جب اسے توفیق ہے کبھی روکنا نہیں چاہئے۔ اگر بیوی کے رشتہ دار تکلیف یا مصیبت میں ہوں تو خاوند کو اپنی استعداد کے مطابق ان کی امداد سے گریزاں نہیں ہونا چاہئے۔ اپنے وسائل کو مدنظر رکھ کر خرچ کرنا چاہئے

غربت کا منہ دیکھنا ہے خواہ اس کا سبب کچھ بھی کیوں نہ ہو۔ بچوں کی تعلیم مہمان نوازی اور سامان آرائش کے خریدنے پر سختی سے ضبط قائم کرنا چاہئے۔ اگر باہمی محبت اور اعتماد کو بڑھانا ہے تو قرضہ کے امکانات کو حتی المقدور گھٹانا چاہئے۔ باہمی محبت یوں بڑھ سکتی ہے۔ اگر خاوند کی زندگی کو بیمہ کرا دیا جاوے۔ یا اس کے بڑھاپے کے لئے گذارہ مقرر کر دیا جاوے یا کسی بیوگان کے فنڈ میں حصہ دار ہو جائے۔ ان دنوں بہت سے ایسے وسائل ہیں جو مستقبل کی بسر اوقات کے ضامن ہو سکتے ہیں اور اگر شادی ہوتے ہی ان سے استفادہ حاصل کیا جائے تو قدرے آسان رہتا ہے۔ کیونکہ اس وقت خاوند نوعمر ہوتا ہے۔ اور ایسے فنڈوں کا سالانہ چندہ بھی بہت تھوڑا ہوتا ہے۔ اور عام حالات میں کسی شخص کے لئے ناقابل برداشت بھی نہیں ہوتا مگر اتنا محتاط ضرور رہنا چاہئے کہ خانگی آمدنی سے یہ رقم کسی صورت میں بھی بڑھنے نہ پائے۔

۷۔ خانگی زندگی میں مسیحی شہادت کا ہونا لازم ہے۔

مسیحی شادی ان ذرائع میں سے ہے۔ جن کے وسیلہ سے مسیح میں نجات دنیا پر ظاہر ہوتی ہے۔ اور یہی وہ زبردست وجہ ہے جس کی بناء پر ہم دوبارہ اس امر پر زور دیتے ہیں کہ مسیحیوں کی شادی شدہ زندگی کی رفاقت خدا کی نظر میں پاک ہونی چاہئے اور انسانی پیمانے میں بے داغ ہونی چاہئے۔ اگر مسیحی خاندان نے مسیح کی شہادت دینی ہے تو وہ کون سے خواص ہیں۔ جن کا اظہار اسے کرنا ہے۔

(الف) مسیحی مردوں اور عورتوں کا مایۂ ناز عصمت ہونا چاہئے اس حقیقت کو عالمگیر طور پر ظاہر ہو جانا چاہئے کہ شادی سے پہلے اور شادی کے بعد وہ مرد عورتیں جو مسیح کی کہلاتی ہیں۔ اپنے دل۔ روح اور جسم میں باعصمت

ہوں۔ چال چلن کے کسی صورت میں دو معیار نہیں ہو سکتے۔ کہ ایک ان میں سے مرد کے لئے ہو اور دوسرا عورت کے لئے۔ جس چیز کی توقع مرد عورتوں سے کرتے ہیں عورتوں کا بھی حق ہے کہ وہی توقع مردوں سے کریں۔

(ب) مسیحیوں کا فرض ہے کہ ان تنازعوں سے گریز کریں جو شادی کے معاملات میں رونما ہو جاتے ہیں۔ زیورات اور جہیز کی شکایتیں اور بعض معمولی رسومات کی بجا آوری میں نکتہ چینی کرنے کی عادت۔ شادی کی ضیافتوں سے غیر مطمئن ہونا یہ ایسی باتیں ہیں جو مسیحی شہادت کے لئے زہر قاتل کا حکم رکھتی ہیں۔ کیا مضائقہ ہے اگر بعض نقائص رہ جائیں۔ کیا قانائے گلیل کی شادی میں نقائص نہ تھے۔ نقائص کو نظر انداز کرنا بلند نظری کی نشانی ہے اور غلطیوں کو پکڑنا بے ہودگی اور عالی حوصلگی سے بعید ہے۔ جب تک شادیوں میں جھگڑے ہیں ہماری شادیاں صحیح معنوں میں مسیحی نہیں ہو سکتیں۔ شادیوں میں رسومات، بلاواشت، ضیافتیں اور رواجات ایسے ہونے چاہئیں کہ ان سے دنیا پر یہ ظاہر ہو سکے کہ ہم مسیح کے ہیں۔

(ج) وہ پرانی ریت رسم جن کا زمانۂ ماضی سے تعلق ہے اور جو موجودہ زمانہ کے مسیحیوں کے لئے بالکل بے معنی ہیں۔ انہیں خیرباد کہنا چاہئے۔ یہ اس زمانہ سے تعلق رکھتی ہیں۔ جب دونوں خاندان ایک دوسرے کو نہیں جانتے تھے۔ ان دنوں بالکل غیر ضروری ہیں۔ مسیحیوں کے لئے یہ شکایت کرنا اور آپس میں جھگڑنا کہ فلاں فلاں تحفہ نہیں دیا گیا اور فلاں فلاں رسم نہیں منائی گئی قابل شرم ہے۔ مسیح کے لئے یہ زبردست شہادت ہوگی کہ غیر مسیحیوں کی حاضری میں مسیحی خاندان جن کا شادی کی وجہ سے ایک گہرا تعلق قائم ہو چکا ہے ایک دوسرے کا پاس کریں اور باہمی محبت کو ظاہر کریں اور معمولی خامیوں کو اہمیت نہ دیں۔

(د) مسیحی والدین کو یہ امر ذہن نشین کر لینا چاہئے کہ مسیحیت میں یہ نہایت ہی بدنما دھبا ہے کہ ایک مسیحی بیوی شادی کے بعد اپنے والدین کے گھر رہے اور رہتے اور جیتے اپنے خاوند سے علیحدہ رہے۔ شادی شدہ زندگی کے اوائل ایام میں معمولی غلط فہمیوں کا پیدا ہو جانا یقینی ہے اور نوجوان لڑکیوں کے لئے اس آزمائش کا امکان ہو جاتا ہے کہ وہ اپنے خاوند کے گھر سے بھاگ کر والدین کے یہاں پناہ گزین ہوں۔ مسیحی والدین کو کبھی بھی اس عادت میں مدد نہیں ہونا چاہئے۔ ان کے برعکس انہیں بیوی کو فوراً ہی اس کے خاوند کے گھر واپس کر دینا چاہئے۔ کیونکہ خانگی غلط فہمیاں برداشت اور انضباط ذاتی ہی سے رفع ہو سکتی ہیں۔ مسیح نے کہا ہے پس وہ دو نہیں بلکہ ایک جسم ہیں۔ اس لئے جسے خدا نے جوڑا ہے اسے آدمی جدا نہ کرے (مرقس ۱۰: ۸،۹)

(ہ) خدا۔ مسیح اور کلیسیا کو گھر میں سب سے اول جگہ دینی چاہئے۔ بہت سے مسیحی گھرانوں میں ہم یہ قطعہ لٹکا ہوا دیکھتے ہیں۔ کہ "مسیح اس گھر کا سر ہے" جن لوگوں نے مسیح کو گھر کا بزرگ اور اعلیٰ سر بنایا ہے انہوں نے ایک خوش و خرم گھریلو زندگی کے راز کو معلوم کر لیا ہے۔ وہ جو اسے سب سے باعزت جگہ دیتے ہیں۔ وہ اس حقیقت کی شہادت بطریقہ ذیل دے سکتے ہیں۔

(الف) وہ سب سے پیشتر خدا کی تلاش کریں گے۔ خدا کے فضل کے بہت سے ذرائع مثلاً روزانہ بائبل کا مطالعہ۔ خلوت کی عبادت۔ جماعتی نماز۔ اتوار کا منانا۔ پاک شراکت میں حصہ لینا وغیرہ مسیحی فرائض زندگی میں مناسب جگہ لے لیں گے اور ہماری گھریلو زندگی کا معمول بن جائیں گے۔

(ب) وہ اپنے اخلاق سے خداوند کی توقیر کریں گے۔

وہ ہرگز مسیحی کہلانے کا مستحق نہیں ہو سکتا جو زندگی کے بخشنے والے۔ تندرستی۔ قوت اور دوسری بیش بہا نعمتوں کے بخشنے والے خُدا کا شکر گزار نہ ہو۔ وہ مسیحی جو اپنی آمدنی کا ایک خاص حصہ کلیسیا اور اس کے خادموں کی امداد کے لئے جس سے انجیل کی منادی اور غرباء کی امداد ہو سکے وقف نہیں کرتے وہ اپنے مسیحی فرائض کو پورا نہیں کر رہے ہیں۔ ہر ایک شادی شدہ مسیحی جوڑے کا یہ فرض بالکل ظاہر ہے کہ جب وہ شادی شدہ زندگی میں قدم رکھیں تو اپنی آمدنی کا ایک خاص حصہ خُدا کے لئے مقرر کر دیں۔ اس کو با دلِ ناخواستہ نہیں اور نہ ہی ذمہ داری کے طور پر کرنا چاہئے۔ اور نہ اس لئے کہ چندہ کی کتاب ان کے پاس لائی گئی ہے۔ اور نہ ہی ووٹ لینے اور ممبری حاصل کرنے کے لئے کیا جائے بلکہ محض خُدا کی محبت کے لئے کرنا چاہئے۔ ہر ایک جماعت میں بعض مفلوک الحال مسیحی ہیں جنہیں مسیحی خاندانوں کی فیاضی کی ضرورت ہے۔ خادم الدین اور ان کے نائب ہیں جنہیں تنخواہ کی ضرورت ہے۔ گرجہ گھروں کو بنوانے کی ضرورت ہے۔ غیر مسیحیوں کو دُور و نزدیک انجیل کا پیغام پہنچانا ہے۔ اور بھی بیشتر کار ہائے ثواب ہیں جن میں امداد ضروری ہے۔ ان تمام فرائض کو متواتر اپنی یادداشت میں رکھنا چاہئے اور مسیحی خاندانوں کے لئے لازم ہے کہ وہ روپے کے ایماندار مختار ہوں۔

(ج) وہ اپنی خاندانی پرستش کے ذریعہ سے خُدا کی تمجید کرینگے۔ لفظ خاندان مشتمل ہے باپ۔ ماں۔ بچے۔ مہمان اور نوکروں پر۔ اگر تمام اہلِ خانہ روزانہ عبادت کیلئے یکجا ہوں تو اس سے خاندانی تقویٰ میں اضافہ ہوگا۔ جس خاندانی زندگی کا مرکز خُدا ہے اس میں صحیح خوشی ہوگی۔

(د) وہ خدمت کے ذریعہ سے خُدا کی تمجید کرینگے۔ ہر ایک خاندانی فرد کے لئے

گنجائش ہونی چاہئے کہ وہ کچھ نہ کچھ خُدا اور اس کی کلیسیا کی خدمت کریں۔ بیویوں اور خاوندوں کو ایک دوسرے کو آمادہ کرنا چاہئے کہ وہ خدا پرستی اور خدمت کو اختیار کریں۔ اس بیوی کے راستے میں جو کسی نہ کسی قسم کی خدمت کر رہی ہے کسی قسم کی رکاوٹ نہیں ڈالنی چاہئے۔ بیویوں کو اپنی ذمہ داریوں کی شہادت دینا ہے۔ انہوں نے رُوحوں کو جیتنا ہے اور اپنے نیک کاموں کے ذریعہ سے اپنے ایمان کو ظاہر کرنا ہے۔

بچوں کو بھی چاہئے کہ وہ بھی خُدا کی خدمت میں حصہ لینا سیکھیں۔ مسیحی والدین کا فرض ہے کہ وہ اول سے اپنے بچوں کی اس قسم کی تربیت کریں کہ وہ اس مسیح کے لئے زندہ رہنا سیکھیں جو ان کے لئے مؤا۔ اور اس کی خاطر اپنے ہم جنس انسانوں کی خدمت کریں۔ لاپرواہی سے انہیں خود غرضانہ زندگی کے لئے چھوڑ دیا جاتا ہے۔ نوکروں کو بھی ایسا موقع دینا چاہئے کہ وہ کلام مقدس کا علم حاصل کر لیں اور کلیسیائی عبادت میں شریک ہو سکیں۔ مسیحی آقاؤں کو چاہئے کہ وہ عدل اور فیاضی کو مزدوری کے معاملات میں دکھائیں تاکہ ان کے نوکر اور خاندان قرضے سے محفوظ رہ سکیں اور انہیں پہننے کو معقول لباس مل سکے اور کہ وہ اپنے بچوں کو عمدہ تعلیم دلا سکیں۔ مسیحی لوگوں کا فرض ہے کہ وہ زندگی کے ان شعبوں پر خاص توجہ کریں اور مسیحی اصولوں کے موجب ان پر عمل پیرا ہوں۔

"میں تم کھاؤ یا پیو یا جو کچھ کرو سب خُدا کے جلال کے لئے کرو۔"

(اکرنتھی ۱۰: ۳۱)

ضمیمہ جات

ضمیمہ ۱

ایپسکوپل سنڈ کی قراردادیں

ہم ذیل میں کلیسیائے ہند، برما اور سیلون کے خادم الدینوں کی اطلاع کے لئے جو شادی اور اس سے متعلقہ موضوعوں کے متعلق قراردادیں درج کرتے ہیں۔

(۱) ایک مسیحی کی غیر مسیحی سے شادی پاک نوشتوں کی تعلیم اور کلیسیائی قانون کے بالکل خلاف ہے اور ایسی کوئی شادی گرجا گھر میں نہیں منائی جائیگی۔

(۲) وہ شادی جو ایک مسیحی کی غیر مسیحی سے بُت پرستوں والی یا دیگر غیر مسیحی رسومات کے مطابق کی جائے ایسی شادی کو کلیسیا کی سخت ملامت کے قابل گردانا جائے۔ اس معاملہ میں کسی قسم کا تساہل لازمی طور پر کلیسیا کی بہبودی کے لئے ناقابلِ بیان نقصان کا باعث ہوگا۔

(۳) وہ واقعات جن سے ایک بپتسمہ یافتہ شخص کی شادی ایک غیر بپتسمہ یافتہ شخص سے عدالتی قانون کے تحت ہوئی ہے۔ عام اس کے کہ وہ حلقہ میں یا حلقہ سے باہر ہوئی ہے۔ یا اس حلقہ کے باہر گرجہ گھر میں ہوتی ہے۔ ان سب کی اطلاع بشپ صاحب کو دینی چاہئے جو ان میں سے ہر ایک واقعہ کے

حالات کی تفتیش کرکے فیصلہ کرینگے کہ کیسی کارروائی عمل میں لائی جاسکتی ہے۔

(۴) ایک بپتسمہ یافتہ مسیحی کی ایک اُمیدوار کے ساتھ شادی جو ظاہری طور پر اُمیدواروں کے زمرہ میں لیا جا چکا ہے۔ گرجا گھر میں ایک پادری کے ذریعہ سے عمل میں آسکتی ہے۔ دو اُمیدواروں کی شادی جو ظاہری طور پر کلیسیا میں شامل ہو چکے ہیں۔ ان کی شادی بشپی حلقہ کے منظور شدہ قوانین کے تحت عمل میں لائی جاسکتی ہے۔ مگر ایسے واقعات میں اس امر کی تسلی کر لینی چاہئے کہ فریقین کو مناسب تعلیم اس امر کی دی جا چکی ہے کہ ان کی شادی "یک زوجگی" اور تا زیست اتصال ہے۔

ہر ایک بشپ کو چاہئے کہ وہ شادی کی عبادت کے لئے ایک طرز مقرر کرے جو بپتسمہ یافتہ مسیحی اور ایک اُمیدوار کے درمیان قرار پانے والی یا وہ جو دو اُمیدواروں کے درمیان ہونے والی ہے۔ مگر دو اُمیدواروں والی شادی کی صورت میں مکمل شادی کی برکات استعمال نہیں کی جاسکتی۔

(۵) رشتہ داروں اور قریبیوں کی فہرست جو کلیسیائی قوانین کی منظور شدہ ہے اور جو عام طور پر دعائے عام کی کتاب کے ساتھ چھپی ہوئی ہے۔ اس میں اس موضوع کے متعلق کلیسیائی قوانین درج ہیں۔ افرادِ کلیسیا کو ممانعت کی جاتی ہے کہ وہ تعلق کے ان درجوں میں جیسے کہ وہ اس فہرست میں پائے جاتے ہیں شادی نہ کریں۔

خادم الدین کلیسیائی قانون کے مطابق ایسی شادیوں کو عمل میں لانے سے منع کئے گئے ہیں جن کا تعلق ان درجوں سے ہے جو فہرست رشتہ داری اور قرابت میں درج ہیں۔

۶۔ بشپ صاحبان متفق ہیں کہ وہ کسی شخص کا تقرر بطور خادم الدین یا

لائسنس یافتہ پادری کی موجودگی میں ادا کی جائے...

لائسنس یافتہ پادری رجسٹر کے سپرد کرینگے اور نہ ہی ایسے شخص کو تقرریافتہ خادم الدین تسلیم کرنے کے لئے تیار ہونگے جس نے ان اشخاص کی شادی کی ہے جن کی شادی کلیسیائی قوانین کے مطابق ممنوع ہے اور مزید برآں وہ اس امر میں متفق الرائے ہیں کہ ایسے شخص کو اپنے اثر و رسوخ استعمال کر کے کلیسیائی عہدہ داری میں آنے نہ دیں خواہ وہ عہدہ کلیسیائی نظام کے متعلق ہو یا دیگر روحانی خدمت ہو۔

۷۔ دفعہ ۱۶۶ ور قانون ضابطہ نے نافذ کیا ہے کہ ان تمام واقعات میں جہاں اعلان شائع ہو جانے چاہئیں تھیں شادی جماعت کے کسی گرجا گھر میں منعقد ہوگی جہاں اعلان شائع ہونا چاہئے تھا اور اس کے ماسوائے کسی دیگر جگہ میں منعقد نہیں ہوگی۔ ہندوستانی مسیحیوں کے معاملہ میں حلقہ جاتی بشپ کو اختیار ہے کہ وہ کسی شادی کی اجازت ان کلیسیاؤں کے علاوہ دے دے جن میں اعلان ہو چکے ہیں۔ (ملاحظہ ہو رول ۵ ضمیمہ ۳)

۸۔ کوئی ڈیکن شادی کے لئے تمام عبادت کرا سکتا ہے جیسا کہ دعائے عام کی کتاب میں درج ہے ماسوائے برکت کے جسے وہ صرف اس شکل میں دے سکتا ہے۔

ہم دعا کریں

خدا باپ۔ خدا بیٹا۔ خدا روح القدس اپنے ان بندوں کو برکت دے۔ بحال رکھے اور قائم رکھے۔

خداوند اپنی شفقت سے کمال رحم سے ان پر نظر کرے اور انہیں تمام روحانی برکتوں اور فضل سے معمور کرے۔ کہ ان کا باہمی چال چلن اس دنیا میں ایسا ہو کہ آئندہ جہان میں انہیں ابدی زندگی نصیب ہو۔

آمین

ہم دعا کریں

قادر مطلق خدا۔ ہمارے خداوند یسوع مسیح کا خدا اپنے ان بندوں پر اپنے فضل کی دولت کو انڈیلے۔ وہ ان کی تقدیس کرے اور ان کو برکت دے۔ اور جسم اور روح میں انہیں خوش رکھے اور کہ وہ زندگی کے خاتمہ تک پاک محبت سے مل جل کر رہیں۔ آمین

۹۔ محمدیؐ قانون میں ارتداد ہی طلاق کا باعث ہوتا ہے یعنی یہ اگر ایک خاوند یا بیوی اپنی آزاد مرضی سے بپتسمہ لیتا ہے تو ان کا نکاح محض اسی بنا پر فسخ ہو جاتا ہے۔ اگر اس کا ساتھی بطور بیوی یا خاوند کے اس کے ساتھ رہنے کو رضامند ہے۔ تو مسیحی ساتھی یقیناً اس کے ساتھ رہنے میں رضامند ہوگا۔ اگر ساتھی اس کے ساتھ نباہ کرنے کو تیار نہیں تو ہمارے خیال میں کوئی وجہ نہیں کہ نو مرید کو یہ اجازت نہ دی جائے کہ وہ دستور کے موافق اپنی شادی ایک مسیحی کے ساتھ کر لے۔ جس حال میں کہ فریقین نے مسیحی مذہب قبول کر لیا ہے۔ ان کی شادی کے برقرار رہنے میں قانونی شبہ ہے۔ جب تک کہ دونوں کا بپتسمہ یکے بعد دیگرے نہ ہو۔ یہاں تک کہ یہ کہنے کا بھی کسی کو موقع نہ رہے۔ کہ ان میں سے ایک نے دوسرے سے چند سیکنڈ پہلے بپتسمہ لیا۔ اگر یہ اندیشہ ہے کہ ایسے مسائل پیدا ہو گیا

اسلامی تنسیخ نکاح ایکٹ ۱۹۳۹ء نے اگرچہ صورت حالات کو تبدیل کر دیا ہے۔ اس کی شق ۴ میں یوں مرقوم ہے کہ کسی شادی شدہ عورت کا ترک اسلام یا اس کا کسی دیگر دین کو اختیار کر لینا جو اسلام کے علاوہ ہو۔ تنسیخ نکاح کے لئے یہی کافی نہیں ہو سکتا۔ بشرطیکہ ایسے ترک یا تبدیلی کے بعد عورت اس بات کی مستحق ہو کہ وہ تنسیخ نکاح کی باقاعدہ ڈگری ان وجوہات کی بنا پر جن کا ذکر شق ۲ دفعہ ۲ میں ہوا ہے ایک یہ ہے کہ خاوند کا سلوک اپنی بیوی سے بے رحمی کا ہے یعنی اس کے مذہبی فرائض کی بجا آوری میں سد راہ ہوتا ہے۔

جائیگا تو جوڑے کو ترتیب وار بپتسمہ دیا جا سکتا ہے اور بعد میں ان کی مسیحی شادی ہو سکتی ہے۔ اگر ایسا اندیشہ کم ہو تو موجودہ شادی کو قائم رکھنا ہی زیادہ بہتر ہے۔ جو بپتسمہ میں کلیسیائی اجازت لے لیتی ہے (ضمیمہ د متعلق اسقفی سنڈ ۱۹۳۲ء)

۱۰۔ جب کوئی خاوند اور بیوی جو کسی وقت ہندو تھے مسیحی ہو جاتے ہیں، ان کی موجودہ شادی بپتسمہ کے ذریعہ سے کلیسیا کی منظوری حاصل کر لیتی ہے جب ان میں سے ایک شریک بپتسمہ لے لیتا ہے تو غیر مسیحی خاوند یا بیوی بدستور خاوند یا بیوی رہتی ہے تو ان کا فسخ محض اسی صورت میں ہو سکتا ہے۔ جب وہ ان کے انکار اور رضند کو بذریعہ ایکٹ تنسیخ نکاح ۲۱ بابت ۱۸۶۶ء باضابطہ طور پر ثابت کر دیں۔

۱۱۔ تحریکِ عامہ کے حلقہ جات میں ان صورتوں میں جب ایک بپتسمہ یافتہ شخص جس کی شادی کسی غیر بپتسمہ یافتہ شخص سے ہوئی ہے (خواہ وہ شادی مسیحی رسم و رواج سے بپتسمہ کے بعد یا غیر مسیحی رواجات کے تحت بپتسمہ سے پہلے ہوئی ہے) اور وہ مرتد یا برگشتہ ہو جاتا ہے اور اپنے لئے دوسرا شریکِ حیات لے لیتا ہے اور اس دوسرے تعلق سے بچے بھی پیدا ہو جاتے ہیں یا بغیر اولاد کے وہ علانیہ اس کا قرساتھی کے ساتھ کم از کم چار سال رہتا ہے۔ ایسے معاملات ضروری کیفیت کے ساتھ بشپ صاحب کے حضور میں رپورٹ کرنے چاہئیں جو ان پر مناسب غور کر کے مسیحی رواداری کے مطابق مناسب حکم صادر فرمائیں گے۔

ضمیمہ ۲

قواعد متعلق اشتہارات

۱۔ ہر ایک کلیسیائی مرکز میں ایک شادی کے اشتہارات کا رجسٹر ہونا چاہئے

جس میں ان اشتہارات کے جو کلیسیا میں اعلان کئے جائیں کوائف درج ہونے چاہئیں اور ان کا اندراج ایمانداری سے ہونا چاہئے۔

۲۔ اشتہارات عام طور پر وہیں پکارے جائیں جہاں فریقین کی عمومی رہائش ہو مگر تاہم ضرورت کے مطابق وہ کلیسیا کے اندر کسی جگہ پکارے جا سکتے ہیں۔

۳۔ اگر وہ لوگ جن کی شادی ہونے والی ہے مختلف کلیسیاؤں میں رہتے ہیں تو ایسی صورت میں ہر دو کلیسیاؤں میں پکارے جانے چاہئیں۔ اور ان کلیسیاؤں کا کوئی پادری ان کی شادی عمل میں نہیں لا سکتا جب تک کہ وہ دوسری کلیسیا کے پاسبان سے اس قسم کا تصدیقی سرٹیفکیٹ نہ حاصل کر لے کہ اس میں یہ اشتہارات تین دفعہ پکارے جا چکے ہیں۔

۴۔ اشتہارات بہتر اتواروں میں سے تین اتواروں میں پکارے جانے چاہئیں مگر ضروری نہیں کہ یکے بعد دیگرے اتواروں میں پکارے جائیں اور ان اشتہارات کا عملدرآمد تین مہینوں اور پندرہ دن تک پہلے اشتہار کے شائع ہونے تک رہیگا۔

۵۔ وہ لے مین جو مقدس عبادت کو پادری کی عدم موجودگی میں لے رہا ہے۔ اشتہارات کو شائع کر سکتا ہے بشرطیکہ وہ ہر موقع پر پاسبان متعلقہ کی زیر ہدایت ایسا کرتا ہے اور کہ اسے اس پاسبان سے ایسا کرنے کا اختیار دیا گیا ہے۔

۶۔ اشتہارات کے شائع ہونے کے معاملہ میں اتنا کافی ہے کہ وہ شخص جن کے اشتہارات شائع کئے جائیں۔ وہ اس کلیسیا کا اصلی باشندہ ہو۔

۷۔ قانون جو اشتہارات کی اشاعت تین اتوار یا دوسرے مقدس دن کے متعلق ہے۔ نماز کی کتاب میں نکاح کی نماز کی ترتیب سے پہلے درج ہے۔

اس قاعدہ کا جس کی رو سے اشتہارات شادی سے پہلے تین متفرق اتواروں یا تہواروں میں دیئے جائیں اور جو رسم نکاح کی ترتیب جو اس کتاب میں درج ہے اور جو آئین ۶۲ء میں بھی موجود ہے۔ اطلاق ہندوستانی مسیحیوں پر ہونا چاہیئے۔ مگر اس بات کو ذہن نشین کر لینا چاہئے۔ کہ جو لوگ انگلستانی قوانین کے تحت ہیں۔ ان کے اشتہارات محض تین متفرق اتواروں پر ہی شائع کئے جا سکتے ہیں۔ کسی بشپ کو یہ اختیار ہے کہ وہ تسلی کرے کہ اشتہارات کی پہلی اشاعت سے ۹۶ گھنٹے پہلے شادی کی رسومات ادا نہ کی جائیں۔

خادم الدین کو اس صورت میں کہ وہ فریقین سے ناواقف ہے حق حاصل ہے کہ وہ اشتہارات کی اشاعت مقدس تہواروں پر بند کر دے۔

۸۔ جب شادی ہونے والے فریقین اس امر کی خواہش کریں کہ ان کے اشتہارات اس گرجا گھر کے علاوہ جس کا ان میں سے کوئی ایک رہائشی ہے کسی دوسرے گرجا گھر میں شائع کئے جائیں تو اشتہارات وہاں شائع کئے جا سکتے ہیں اور ان کے اپنے گرجا گھروں میں بھی ان کی تشہیر ہو سکتی ہے۔

۹۔ کسی شخص کی شادی بجز اشتہارات کے نہیں ہو سکتی۔ بجز اس اجازت کے جو کسی کلیسیائی عہدہ دار کی طرف سے بعض صورتوں میں دی جاتی ہے۔ ایسی اجازت کو خادم الدین کے سامنے نکاح سے پہلے پیش کرنا ضروری ہے۔

ضمیمہ ۱۳

ضابطہ ہندوستانی مسیحی شادی

ضابطہ ۱۵ ۱۸۷۲ء

مسیحی شادی کسی واحد مرد کی کسی واحد عورت کے ساتھ ہوئی گی ہے۔ اور علے ہذا القیاس کسی ایک عورت کی ایک مرد کے ساتھ۔ یہ رابطہ تا زیست ہے اور یہ ایسا رابطہ ہے جس میں شمولیت مسیحی مذہب کے قوانین کے تحت ہوتی ہے۔

حکومتوں نے ہمیشہ ہی اس اصول کو تسلیم کیا ہے۔ بعض صورتوں میں انہوں نے کلیسیائی قوانین کو بطور حکومت کے قوانین اختیار کیا ہے یا بصورت دیگر ان لوگوں کے لئے جن کے لئے ان پر عمل پیرا ہونا قدرے مشکل تھا اس کی درشتی کو کسی حد تک ملائمت میں تبدیل کرنے کی کوشش کی ہے۔ بعض صورتوں میں حکومتوں نے ان کلیسیاؤں کو جن کے پاس کسی قسم کا کوئی ضابطہ موجود نہیں تھا نمونہ بھی دیا ہے۔ ہندوستانی ایکٹ مسیحی شادی ۱۸۷۲ء جو آج کل برطانوی ہندوستان میں مروج ہے۔ کا مقصد ہندوستان میں مسیحیوں کے قانون شادی کو ایک ٹھوس شکل میں یکجا کرنے کا تھا ان دنوں اس کی نظر ثانی کی کوششیں ہو رہی ہیں۔ ذیل میں ہم ایکٹ ۱۸۷۲ء کی چند ایک شرائط پیش ناظرین کرتے ہیں۔ اس کی اہم شرائط درج ذیل ہیں۔

(۱) ہر وہ شادی جو ان دو اشخاص کے مابین ہو گی جن میں سے ایک یا ہر دو مسیحی ہیں۔ وہ مابعد کے جزو کی شرائط کے ماتحت عمل میں لائی جائیگی اور ہر وہ

شادی جس میں اس جزو کی خلاف ورزی ہوگی بے قاعدہ سمجھی جائیگی۔

ہندوستان میں رسم شادی اس طرح عمل میں لائی جاسکتی ہے۔

(الف) ہر اس شخص کے ذریعہ سے جو اسقفیت کے تحت تقرر یافتہ ہے بشرطیکہ وہ شادی اس کلیسیا کے قوانین۔ رسومات اور رواج کے تحت عمل میں لائی جاوے جس کا وہ خادم ہے۔

(ب) کلیسیائے سکاٹ لینڈ کا کوئی خادم الدین بشرطیکہ وہ شادی اس کلیسیا کے رسم ورواج اور قوانین کے تحت عمل میں لائی جائے۔

(ج) کسی خاص خادم الدین کے ذریعہ سے جسے اس ایکٹ کی رو سے شادی کرنے کا لائسنس ملا ہے۔

(د) رجسٹرار کے ذریعہ سے یا اس کی موجودگی میں جو اس ایکٹ کے تحت مقرر کیا گیا ہے

(ح) اس شخص کے ذریعہ سے جسے اس ایکٹ کی رو سے شادی کے سرٹیفکیٹ دینے کا حق حاصل ہے۔

(ط) ہر وہ شادی جو اس ایکٹ کے تحت عمل میں لائی جائیگی وہ صبح کے چھ بجے اور شام کے سات بجے کے مابین ہوگی۔

(۳) کلیسیائے انگلستان کا کوئی پادری کسی شادی کو بجز گرجا گھر کی حدود کے جہاں عام طور پر عبادت کی جاتی ہے عمل میں نہیں لائیگا۔ جب تک کہ اس مقام کے گرد اگرد پانچ میل تک کوئی گرجا گھر موجود نہ ہو۔

(۴) کلیسیائے انگلستان کا ہر ایک پادری اپنے پاس ایک نکاح کا رجسٹر رکھیگا جس میں شادیوں کا باقاعدہ اندراج ہوا کریگا جس کا نمونہ تیسرے جدول میں دیا گیا ہے۔ جسے یہاں شامل کیا جاتا ہے۔ شادی وہی حقیقی اور جائز ہے۔ جو اس ایکٹ کی رو سے عمل میں لائی جائے۔

(۵) کلیسیائے انگلستان کا ہر ایک پادری ہر سال میں چار مرتبہ مثنیٰ نقشہ جات بھیجا کریگا جن کی تصدیق وہ اپنے دستخطوں سے کریگا۔ اور ان نقشہ جات میں ان شادیوں کے اندراجات ہونگے جو اس نے ان مقامات میں کیں جو اس کے روحانی حلقہ میں شامل ہیں اور یہ نقشہ جات وہ اس آرچ ڈیکن کو بھیجا کرے گا جس کے وہ ماتحت ہے یا جس کے حلقہ میں وہ واقع ہے۔

ان سہ ماہی نقشہ جات میں وہ تمام شادیاں مندرج ہونگی جو شادی کے رجسٹر میں درج ہیں پہلی سہ ماہی یکم جنوری سے اکتیس مارچ تک ہوگی اور دوسری سہ ماہی یکم اپریل سے تیس جون تک ہوگی تیسری سہ ماہی یکم جولائی سے تیس ستمبر تک ہوگی اور چوتھی سہ ماہی علیٰ ہذا القیاس یکم اکتوبر سے اکتیس دسمبر تک ہوگی۔ اور ایسے پادری کے لئے لازم ہے کہ وہ ان نقشہ جات کو جن کا ذکر اوپر ہو چکا ہے ہر سہ ماہی کے گذر جانے سے دو ہفتہ کے اندر بھیج دیا کرے۔

(۶) اس ایکٹ کی رو سے کوئی شادی جائز نہیں ہوسکتی جس کو شخصی قانون نے فریقین میں سے کسی کے لئے ناجائز قرار دیا ہو شخصی قانون میں اس کلیسیا کا قانون بھی شامل ہے۔ جس کے ساتھ کسی فریق کا تعلق ہو۔

ضمیمہ ۴

ذیل کی معرفی مخاطبت شادی کے قرار پانے کے لئے اسقفی سنڈ نے بطور آزمائش منظور فرمایا ہے۔

عزیزو! ہم یہاں خدا کے حضور اور اس جماعت کے روبرو جمع ہوئے ہیں کہ اس مرد اور اس عورت کو مقدس نکاح کے رشتہ میں متحد کریں۔ پاک کلام میں ہمیں سکھلایا گیا ہے کہ خدا نے اس مقدس اور باعزت علاقہ کو مقرر کیا ہے جس کو ہمارے خداوند مسیح

نے خود اپنی موجودگی سے چار چاند لگائے۔ اور پہلا معجزہ جو اس سے سرزد ہوا۔ وہ بھی قانائے گلیل کی شادی میں تھا ہمیں یہ بھی تعلیم دی گئی ہے کہ ان دو کو جو اس رشتہ میں جکڑے گئے ہیں کبھی علیحدہ نہیں کرنا چاہئے۔ جس سے ہمیں یہ سیکھنا چاہئے کہ خدا کا ابتدا ہی سے یہ مقصد تھا کہ نکاح زیست بھر کا تعلق ہے جسے بجز موت کے اور کوئی چیز توڑ نہیں سکتی اور مزید برآں ہمیں رسولوں کے نوشتوں سے انکشاف ہوا ہے کہ ان لوگوں کے لئے جو بپتسمہ سے مسیح کے بدن کے اجزا ہو چکے ہیں نکاح معرفت الٰہی کے درجہ تک پہنچا جاتا ہے جس سے یہ مراد ہے کہ مسیح کا تعلق اشراقی طور پر اپنی کلیسیا سے اسی طرح قائم رہتا ہے یعنی یہ کہ مسیحی نہ صرف اس تعلق میں داخل ہونے سے اس قسم کا عہد کرتے ہیں۔ کہ وہ ایک دوسرے کے ساتھ وفادار رہینگے بلکہ۔ اس سے بڑھ کر اس کی یہ بھی خصوصیت ظاہر ہوتی ہے کہ ایسا ازدواجی اور الحاقی تعلق مسیح اور اس کی کلیسیا کے رشتہ کا تمثیل ہے جو لافانی اور ابدی ہے۔ اور جو کلیسیا کے ہر ایک فرد کے ساتھ خداوند کا ہے اور اس حیثیت ہیں ان کو خداوند سے وہ فضل اور قوت ضرور ملیگی جو انہیں اس عہد و پیمان کے پورا کرنے کے لئے درکار ہے۔ اس لئے پاک نکاح کو معمولی سمجھ کر برداشت نہیں کرنا چاہئے۔ بلکہ سمجھ سوچ اور متانت اور تعظیم اور الٰہی خوف سے اس رشتہ میں داخل ہونا چاہئے اور اُن اسباب پر کما حقہ غور کرنا چاہئے جن کے تحت ہیں اسے خدا نے بنی نوع انسان کے لئے مقرر فرمایا ہے۔

(گیلانی الیکٹرک پریس ہسپتال روڈ لاہور میں باہتمام الیف ڈی وارث پرنٹر و پبلشر چھپکر پنجاب ریلجس بک سوسائٹی سے شائع ہوئی)